جناب حاجی حافظ قاضی محمد خلیل الدین حسن صاحب حافظ وکیل

و آنریری مجسٹریٹ پیلی بھیت

کا

آٹھواں نعتیہ دیوان

موسوم باسم تاریخی

میخانۂ خلد ۱۳۳۰ھ

باہتمام مولوی حکیم حشمت علی صاحب فائق

شاگرد مصنف

در مطبع اہل سنت جماعت واقع بریلی بحسن

مطبوع شد

غلط نامہ میخانۂ خلد حصۂ ہشتم

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۰	۹	بہبی	کبھی
۲۵	۱۳	تاہپ	تاب
۳۶	۳	آیاحبانا ہی	آیا ہی
۴۲	۵	صفاسے	صفاسے
۴۴	۶	ہی کام	ہی کا کام
۴۶	مصرعہ اولے	دل کا	دل سے
۵۱	۱۵	شعائین	شعاعین
۵۴	۲	تم تو	تم تو ہو
۷۵	۱	اک دوسرے	دوسرے سے
۷۳	۱	تاگوار	ناگوار
۷۴	۱۲	بیخوری کو	بیخودون کو
۸۲	۳	کہنتی	کہتی ہی
۸۴	۴	اون کا	اون کی
۸۶	۲	عفورحمت	عفو ورحمت
۸۸	۶	عمر	عمر بھر
″	۱۵	شہباسے	شبہاسے
۹۰	۵	صنعف	ضعیف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ل کو بھلا بیٹھینگے یوں دیکھکے پردہ تیرا
اوسکو دیکھینگے جو ہو دیکھنے والا تیرا

کھلا ہو نہ کھلیگا یہ معما تیرا
کہ دکھانے کا ہو یا چھپنے کا پردا تیرا

ل کی آنکھوں نے تو دیکھا ہو تجھے پردے میں
سر کی آنکھوں سے جو دیکھا ہو تو پردہ تیرا

یک ہم ہیں کہ لیے پھرتے ہیں دل بے قابو
ایک تو ہو کہ دلوں پر بھی ہو قبضہ تیرا

سعتِ کون و مکاں تیرے سمانے کو ہو تنگ
یا دلِ تنگ ہیں عاشق کے ٹھکانا تیرا

ہوں اگر اور کسی کا تو بتا دے یا رب
میں کسے جاؤنگا۔ تیرا ہوں میں تیرا تیرا

بس نے اک سجدہ کیا۔ ہو گئی معراج نصیب
آستانہ ہو الٰہی بہت اونچا تیرا

یک میں اور یہ شکوہ کہ ہو آنکھوں سے حجاب
ایک تو اور رگِ جاں سے وہ ملنا تیرا

تیرے بندے سے تو بناتے ہیں تجھے سودائی
ہیں یہ کس منھ سے کہوں سر میں ہو سودا تیرا

کان میں آتی ہو تارِ رگِ جاں سے یہ صدا
کہ گلے مل کے بھی کھلتا نہیں ملنا تیرا

تو خدا وند کا ہو بندہ - اوسی ہاتھ میں دل | اوسی کے قبضہ میں ہو کیا - ہی کا قبضہ تیرا

کھول کر آنکھ جو دیکھا تو دکھائی نہ دیا | بند آنکھیں کیے اب دیکھنے بیٹھا تیرا

بات کہنے کی جو ہے - کہتے ہوے ڈرتا ہوں | لکھ نہ دے کاتب اعمال فرشتہ تیرا

غلطی ہے جو یہ سمجھوں کہ ہوا میں واصل | واں کہیں ہوں - نہ ہوا تو ہے - نہ دیکھا چہرا تیرا

ہے دعا تجھ سے کہ حافظ رہے اوس کا بندہ

جو ہے مدت سے ترے بندۂ دل کا - جو بندہ تیرا

مبارک حافظ ابراہیم تجھ کو اچھا گندھا سہرا | خدنگ طرفہ گل گلزار ابراہیم سا سہرا

ترے گیسو کے لٹکے میں ہے کیسا لٹکا ہوا سہرا | جو چھوڑا سر سے گوشہ نے قدم پر آ گرا سہرا

چمکتا نوشہ کے رخ کی ہے چمک سے ستاروں کی | نگاہ خوش نما چہرہ - بہار خوشنما سہرا

ہوا کی صنعت اگر قدرت کی دکھا اک قدرت کی | بنا ہے خود ہی گلچیں گلوں کا ہی بنا سہرا

ہے چہرہ صورت نور اور اوسکا ترشح خطا ہے | چڑھا لینے کے لیے آیا آزاد سہرا واہ سہرا

سر سے نوشہ ترے سر پر چمپا کہ آیا ہے | [illegible] بیٹھا ہے تیرا سہرا

بزرگوں نے لگایا پہلے اپنے سر سے آنکھوں سے | بندھا نوشاہ کے سر پر - اوسی کا سہرا سہرا

چمکتا چار چاند اب [illegible] | [illegible] سہرا

ملکی لپٹی نہ ہو کیوں بزم کی بزم اسکی قدرت | [illegible] سہرا

منظر بازوں کی کثرت تھی یہ باندھا تار نظروں کا — کہ سہرے پہ بندھا تار نظر سے دوسرا سہرا

وہ جو حصہ کا ہو افشاں امراؤ جا حافظ
ہو کیفیت نہیں کم دیتا ہی کیفیت سوا سہرا

بوالحسن تم کو مبارک ہو پسر کا سہرا — خواجہ منظور حسن نور نظر کا سہرا

بادھلو صل علے پڑھتی ہوئی گوندھا ہے — اری مالن یہ ہی سادات کے گھر کا سہرا

سب بزرگوں نے سر آنکھوں سے لگایا پہلے — کہ یہ تھا سید نوشاد کے سر کا سہرا

بارک اللہ کہ دل حسن کی دولھا ہو بہار — گل تر چہرہ ہی اس پہ گل تر کا سہرا

چشم بد دور وہ چشمان تماشا کا ہجوم — سہرے پہ اور گندھا تار نظر کا سہرا

اسکے پھولوں میں ہی خلق حسن و خوئے حسن — آج سہرے کے ہی سر رنگ اثر کا سہرا

چاند سے چہرے نے پایا ہی یہ سہرا زر تار — یا شعاعوں سے بنا ہی یہ قمر کا سہرا

ڈھونڈی تقدیر لڑی کہ کلی کلی دل کی کھلی — کہ بنا سلک گہر کا گل تر کا سہرا

چاندنی فرش زمیں پر نظر آئی پھیلی — یک بیک چاند سے چہرے سے جو سرکا سہرا

گھر کا گھر اک چمن حسن ہی ماشاء اللہ — گھر کا دولھا ہی دولھن گھر کی ہے گھر کا سہرا

جیسے حافظ کو سفر کا بھی وسیلہ نہ ملا
کسکے سر دیکھیے رہتا ہی ظفر کا سہرا

ناگاہ جو سنگِ درِ اقدس نظر آیا
بس میں نہ رہا شیشۂ دل۔ ٹوٹ کر آیا

روضے سے ہیں یوں ہو کے سبکدوش گھر آیا
مشکل سی جو مشکل تھی۔ سپرد انکے کر آیا

کیا تابشِ خورشید قیامت کی شکایت
جب سوکھنے کو دھوپ میں دامانِ تر آیا

سینے میں کہ آنکھوں میں کہ دل میں کہ جگر میں
بیٹھے گا کہاں آکے جو تیرِ نظر آیا

دیدار کی ساعت ہی دمِ نزع مقرر
آیا جو دم آنکھوں میں تو کچھ دیکھکر آیا

دربار میں کیا سہل گرہ کھل گئی دل کی
جو نقد مری گانٹھ میں تھا۔ نذر کر آیا

پھرتا تھا مری چشمِ تصور ہی میں اب تک
گھر کرنے کو اب دل میں ترا چاکِ در آیا

ہر آیئے کی تفسیر کو درکار ہے وقت
قرآن میں محبوب کی ہے نعت ہر آیہ

اللہ! یہ کیسی مرے تلووں سے لگی تھی
شعلہ جو اٹھا پاؤں سے۔ بالائے سر آیا

اللہ! کہوں اور میں کیا تیرے نبی کو
دنیا میں پہنکر جو لباسِ بشر آیا

سینے ہوئے دو پھوڑے ہیں گویا جگر و دل
اک زخم ہرا ہی ابھی۔ اک زخم بھر آیا

روضے کے جو اندر ہیں وہ جاسے سے ہیں باہر
ہم رہ گئے باہر تو دل اندر سے بھر آیا

دنیا نے تو امید ہی رکھنے نہیں کوئی
تو آہ دلِ دیوانہ کس امید پر آیا

اب حافظِ کلفت زدہ کی آس نہ توڑ دو
باندھے ہوئے ہمت کی جو ٹوٹی کمر آیا

مرقد میں جو رخ نورِ خدا اسکا نظر آیا
ظلمت میں ہمیں نور کا تڑکا نظر آیا

اب حکم ہی ہے سب تم تماشا سے ہوں رخصت
جو کھیل بنا تھا وہ بگڑتا نظر آیا

خورشید ترے فیضِ نظر سے ہوئے ذرّے
خورشید ترے سامنے ذرہ نظر آیا

مو سے آرنی کہکے یہی سمجھے غنیمت
اک طور کا شعلہ نظر آتا نظر آیا

امت میں کوئی گرسنہ کیا پیٹ بھرا کیا
محبوب کے دیدار کا بھوکا نظر آیا

اللہ کا دیدار۔ شفاعت کو گنہگار
پایا جسے چاہا۔ جسے چاہا نظر آیا

غش آنے کو اک جلوۂ دیدار بہت تھا
ہم کیا ہیں۔ یہی کیا ہمیں تھوڑا نظر آیا

جب سوئے سرِ شام۔ بندھا تھا وہ تصور
جب آنکھ کھلی صبح۔ وہ جلوہ نظر آیا

بیمار کو جب تم نہ ملے جانِ مسیحا!
مرنے کے سوا کوئی نہ چارہ نظر آیا

آئینہ جمالِ نبوی کا جو بنایا
آئینے میں اللہ! تجھے کیا نظر آیا

میں منتظر ایسا ہوں کہ پتھرا گئیں آنکھیں
پھر بھی ہمہ تن چشمِ تمنا نظر آیا

اک عمر سے ہیں حسرتِ غم خلوتِ دل میں
رہنے کو یہی امن کا گوشہ نظر آیا

سب جانتے ہیں چاند میں سورج کی ضیا ہے
سورج میں وہی چاند کا ٹکڑا نظر آیا

آنکھوں کی خطا کیا ہے نگاہوں کی خطا کیا
بے سایہ اگر نورِ خدا اسکا نظر آیا

پردہ نہ کھلا روزِ جزا دامنِ تر کا

حافظ عرقِ شرم میں ڈوبا نظر آیا

اللہ کے محبوب کا جلوہ نظر آیا / اللہ کی قدرت کا تماشا نظر آیا

تجلی کی روش نامہ بر اپنا نظر آیا / نامہ جو لیا چلتا پھرتا نظر آیا

پردہ جب اٹھا بیچ کا کھل گئیں آنکھیں / آنکھوں کو ہیں خود بیچ کا پردہ نظر آیا

جلوے کی ادائیں کوئی پوچھے مرے دل سے / آنکھوں کو تو جو کچھ نظر آیا نظر آیا

اللہ کے جلوے کی تو محبوب ہی جانے / محبوب میں اللہ کا جلوہ نظر آیا

بسا رہتا تھا گھر۔ تو رہا کرتی تھی وحشت / ہم گھر رہے جب گھر ہمیں صحرا نظر آیا

لیتی ہیں نگاہیں۔ مری آنکھوں کی بلائیں / پتلی میں کوئی نور کا پتلا نظر آیا

بے پردہ وہ آنکھوں کو نظر آئے نہ آئے / بے پردہ وہ آنکھوں ہی میں پھرتا نظر آیا

چھاتی کے کواڑوں کی دراڑوں سے جو دیکھا / آئینۂ دل میں کوئی بیٹھا نظر آیا

دیکھے ہو سکتے ہیں سات فقط آنکھ کے پردے / غفلت کا بھی اب آٹھواں پردہ نظر آیا

جلوے سے ترے کوئی بھی ذرہ نہیں خالی / دیکھا تو قصور اپنی نظر کا نظر آیا

بے ظلم کیے اس [illegible] کے عادت نہیں ہوتا / پردہ دل میں بڑا ظلم کا پردہ نظر آیا

جو پھیر سکتے ہیں دستے کو نبی کے / دیکھا تو فقط پھیر سمجھ کا نظر آیا

جالی در دل سے جسے میں جھانک رہا ہوں / وہ پوچھ نہ بیٹھے کہ تجھے کیا نظر آیا

کہتی تھی تجلّی دل حافظ میں چمک کر
اب کچھ نظر آیا! نظر آیا!! نظر آیا!!!

ارنے سایہ رتبہ ہے نبی کی کفِ پا کا
زیرِ کفِ پا فرش ہوا عرش خدا کا

تنہا ہے گزر جس میں رسولِ دوسرا کا
اس قصر سے آگے ہے فقط نام خدا کا

ہے علم خدا میں - جو حقیقت ہے نبی کی
کہتی ہے شریعت تو کہ بندہ ہے خدا کا

ٹھہری ہے یہ ایمان کا اک جزو ضروری
ٹھہرا ہے تری آنکھ میں گھر جب سے حیا کا

وہ بت جنہیں کعبے سے نکالا ہے خدا نے
پھر کعبۂ دل میں رہیں - لو نام خدا کا

کھٹکا نہیں آتی کبھی - جب آتی ہے شامت
سامان میں کچھ کر نہ سکا شائبہ بلا کا

ہے دردِ محبت کی دوا زہر سے بدتر
یہ درد ہے وہ درد جو دے کام دوا کا

راحت سے ملے ان کو جو سر خاک پڑے ہیں
سایہ جو دراز اور کسی زلفِ رسا کا

اللہ کرے خیر - مریضانہ دل کی
پہلو سے ابھی کان میں پہنچا ہے دعا کا

گڑی ہو کہ بیٹھی ہو - طبیبوں کو مبارک
چھینکے جو - اب جو لیا نام دوا کا

اس پھیلے ہوئے ہاتھ کی ہے شرم ترا ہاتھ
یہ ہاتھ گدا کا ہے ترا ہاتھ عطا کا

کی ہم نے خطا تجھ کو خطا بخش سمجھکر
بدتر تو خطا سے نہیں یہ عذرِ خطا کا

دوڑا وہ اثر چھپتے کو ہاتھ فلک سے
دو ہاتھ فقط ہاتھ بڑھایا تھا دعا کا

حافظ! ہو خطاکار مگر یہ بھی سمجھ لو
اللہ بڑا بخشنے والا ہے خطا کا

کھنچنا وہ غضب ہے تری شمشیرِ ادا کا
جھکنا وہ ادب سے سرِ تسلیم و رضا کا

کیا خاک بھروسا ہو مجھے بادِ صبا کا
پہچاننے والا ہوں میں دنیا کی ہوا کا

جالی سے جو آنکھیں دلِ مضطر نے لگا دیں
گستاخ ہے پوچھو کیسے جھانکا کسے تاکا

دو حصے برابر ہوں جو دو ٹکڑے ہوں دل کے
اک تیری ادا کا ہو تو اک میری قضا کا

پلّا ہی بڑا۔ بابِ اجابت ہی بہت دور
ڈرتا ہوں کہ چڑھ جائے نہ دم تیرِ دعا کا

پھٹتے ہوئے دیکھوں میں گریبانِ سحر کو
اللہ! شبِ ہجر کا ہو جبا سے پھٹا کا

دینا نہ گدا کو بھی احسان سمجھ کر
احسان گدا مانے۔ تو احسان گدا کا

شبیر بھی کیا کرتے۔ اگر سر سے نہ چلتے
کیا سہل ہے کٹھنا رہ تسلیم و رضا کا

جب چوٹ پڑے گی تو نکل جائے گا نالہ
ٹوٹے ہوئے دل میں ہے ٹھکانا بھی صدا کا

کیا بھاگ لگے دیکھتے ہی دشتِ عرب کو
اب نقش بھی پڑتا نہیں میری کفِ پا کا

رہنے میں دلِ گم کا کوئی پوچھے مرے دل سے
میں پوجنے والا ہوں اسی گھر کے خدا کا

ہوتی ہے دعا رد کہ قبول۔ اس کی خبر کیا
منہ پر تو پھرا لیتے ہیں سب ہاتھ دعا کا

آؤ ابھی تک تھمے ہے گدا کی ترے در پر
محتاج ہے محتاج گدا۔ ایک صدا کا

حافظ نہیں فرصت بھی نہ تھی، قفل بھی کم تھا
کچھ مل گئے مضمون - کرو شکر خدا کا

تم اور ہی کچھ ہو - کوئی تم سا نہیں ہوتا
مولا کوئی - مولاؤں کا مولا نہیں ہوتا

پھولوں کو میسّر کوئی نفس نہیں ہوتا
ہوتا ہے تو وہ منھ کا نوالا نہیں ہوتا

چھالا ہے سے کوئی داغِ دل اچھا نہیں ہوتا
پھوڑا کوئی ہوتا ہے وہ چھالا نہیں ہوتا

ہوتا ہے نظر باز ہی خود بیچ کا پردہ
جب اور کوئی بیچ میں پردہ نہیں ہوتا

تجھ د کا وجود اصل میں ہوتا ہے نہ ہوتا
ہوتا نہیں ہوتا - نہیں ہوتا - نہیں ہوتا

موہوم جو ہستی ہو - وہ ہستی نہیں ہوتی
نابود جو ہوتا ہے وہ ہوتا نہیں ہوتا

کانٹوں کی طرف جانے کی ہمت نہیں پڑتی
جب ساتھ کوئی آبلہ پا نہیں ہوتا

تلوار کا پھل کھا کے یہ بولا دلِ زخمی
یہ زخم کے انگور سے میٹھا نہیں ہوتا

بیٹھے ہوں وہ پردے میں تو مشتاق ہزاروں
نکلیں تو کوئی دیکھنے والا نہیں ہوتا

باندھا بہت اوس نورِ سراپا کا تصور
پھر بھی شبِ غم نور کا تڑکا نہیں ہوتا

دیکھے مرے ارمان مرے ساتھ - تو بولے
کیا تجھ سے ملیں - تو کبھی تنہا نہیں ہوتا

ہلکا نہ سمجھنا - جو اوتارے کوئی تنکا
تنکے کا بھی احسان تو ہلکا نہیں ہوتا

پوچھے کوئی - کیا ہوتی ہے پردے کی ضرورت
جس وقت کوئی دیکھنے والا نہیں ہوتا

بجھ مرے ہیں - ایذا کشی لذت نہیں ہوتے
ہجر دل کو کوئی - لذت کش ایذا نہیں ہوتا

حافظ با نہ کروں ختم غزل کو تو کروں کیا
کہتا ہوں کوئی شعر تو اچھا نہیں ہوتا

اور اس قطرۂ ناچیز کو ہے کیا ہونا
اپنے دریا میں فنا ہو کے ہے دریا ہونا

خون رونے کے لیے آبلۂ پا ہونا
پھوٹ بہنے کو چلے دل کا پھپھولا ہونا

ایک آنسو کے مقدر میں ہے کیا کیا ہونا
کبھی قطرہ - کبھی چشمہ - کبھی دریا ہونا

کچھ تو سرکار بھی میرے لیے فرما دیتے
آگے جو کچھ مری تقدیر میں ہونا ہونا

طے ہوئی راہ فنا - آئی بقا کی منزل
کھل گئی بات کہ ہونا ہے نہ ہونا ہونا

آپ کبھی بات نہ پوچھینگے جو تم پوچھے آپ
ہے برا آپ کے بیمار کا اچھا ہونا

کوئی کبھی چشم حقارت سے نہ دیکھے مجھکو
بارِ خاطر ہو جو اون کو مرا ہلکا ہونا

طور جل پھنک کے بنے - سرمہ ہو - خاکستر ہو
کفِ موسےٰ کو مبارک یدِ بیضا ہونا

ایک بے پردہ نظارے کیلیے جو ترسے
اوسی مشتاق کو ہو ہیچ کا پردہ ہونا

دیدۂ سر سے چھپے جائیں وہ جتنا چاہیں
دیدۂ دل سے تو ممکن نہیں پردہ ہونا

میری ہستی ہے عدم اور عدم ہے ہستی
میرا ہونا ہے نہ ہونا تو نہ ہونا ہونا

چاند کو جس نے اشارے سے کیا دو ٹکڑے
اوسکی تعریف نہیں چاند کا ٹکڑا ہونا

آفتیں جتنی ہیں سب ٹوٹ پڑینگی اون پر
حشر میں اور نہ حشر ہی برپا ہونا

قبر میں سامنے آئے تو سہی اونکی شبیہ
ہمکو اوٹھتے ہی فدائے رخ زیبا ہونا

خوب آنکھوں کے جھروکوں سے نظر آتا ہے
دل کے پردے میں ترا انجمن آرا ہونا

اور دیوانہ کوئی مجھ سے نہ ہوگا بڑھکر
چھوڑ کر تیری گلی بادیہ پیما ہونا

تیرے دیوانے سے پوچھے کوئی تعریف بہار
سو بہاروں کی بہار ایک جنوں زا ہونا

میری تقدیر میں لکھی ہوئی ہے دل کی خلش
دل کی قسمت میں ہتیلی کا پھپھولا ہونا

سامنے آنکھ کے جبتک نہ ہو وہ قبر نور
ایک سا ہے شب مہ یا شب یلدا ہونا

انجمن میں جیسے خلوت ہو۔ بلا دور اوسکی
سو بلاؤں کے مقابل مجھے تنہا ہونا

نہ وہ جدت ہے نہ وہ جودت۔ نہ طلاقت حافظ
ہے عیاں میرے سخن سے مرا بوڑھا ہونا

ہے سرحد ہستی دائم کی ہستی سے گزر جانا
رہے جیتے تو دیکھا۔ زندگی کی حد ہے مر جانا

جب اونکے مرنے والے مرتبے اسقدر جانا
کہ ہے سہل انتظار موت سے بے موت مر جانا

حدیث آنکھ مثلی کو بھی نامعتبر جانا
بشر کب ہے وہ جس نے تم کو مثل اپنے بشر جانا

ذرا اے بیخودی میرا تماشا دیکھکر جانا
خودی سے آکے باہر سوچتا ہوں کدھر جانا

سر شوریدہ کو سمجھا رہا ہوں اونکے کوچے میں
کوئی ٹھوکر اگر کھانا تو اوسکو ہضم کر جانا

زمیں و آسماں کا فرق ہے دونوں کے رتبے میں
کسی کو طور تک جانا۔ کسی کو عرش پر جانا

تمہاری انجمن میں شمع و پروانہ برابر ہیں
کسی کو جل کے بجھ جانا کسی کو پھنک کے مر جانا

سلامت دردِ الفت کا۔ بلا سے دل کے ٹکڑے ہوں
مزہ ہے۔ درد کا کٹ کٹ کے ٹوٹے دل میں بکھر جانا

گناہوں کی گواہی دینگی آنکھیں دیکھنے والی
گنہگارو! نہیں آسان محشر میں مکر جانا

اجل کی رہگذر پر حصر تھا جینا مدینے کا
اجل کے رحم پر موقوف ہے فرقت میں جانا

کوئی پامال رستے میں پڑا کہتا ہے رو رو کر
مرے نیچی نظر والے! ادھر سے بھی گزر جانا

فنا فی اللہ بقا باللہ کے ہیں ایک ہی معنی
یہ قطرہ ڈوبنے کو جانتا ہے پار اوتر جانا

پریشانی کو بھی آخر کہیں رہنا ضروری تھا
ادھر گیسو سنور جانا۔ ادھر دل کا بکھر جانا

اسی دن کے لیے کیا جی جلا کر دل کو پالا تھا
کہ ہم جیتے رہینگے دیکھنے کو دل کا مر جانا

کسی محرابِ در کا شوق چلتے وقت کتنا ہے
اوٹھا کر طاق پر گھر کی محبت پہلے دھر جانا

ہوئے ہیں اب تو حافظ! جیتے جیتے سیر جینے سے
بس اک باقی رہا ہے ہمکو دنیا سے گزر جانا

عشق نے کیوں کر دیا کشتہ جو دل بیتاب تھا
کیا دلِ بیتاب سچ مچ پارۂ سیماب تھا

حسن کا شعلہ ہی تسکینِ دلِ بیتاب تھا
اک تماشا تھا کہ قائم آگ پر سیماب تھا

اڑ گئی تھیں کیا ہزار دل اور چڑیاں باغ سے
یا کوئی بلبل ہی کی دُم میں پرِ سرخاب تھا

رات بھر دیکھا کیا کیا میں سنو تم نے جاگتے
صبح دم اوٹھ کر جو دیکھا سب خیال و خواب تھا

شب پریشاں خواب تھا از کثرت تعبیر ہا
گیسوئے مجموعہ سمجھے ہم تمہے سب اسباب تھا

جیتے جی رکھنی پڑی اسباب عالم پر نظر
اور کیا کرتے کہ عالم عالم اسباب تھا

بخت کے سونے کی بیداری مری آنکھوں کو دی
بخت نے چھینا مرے سونے کا بھی خواب تھا

عقل کا کہتے ہیں دشمن اب تو ہے شوق فلک سے
یاس کی آنکھوں کے پانی کو تکیم آب تھا

ناخن غم کو اگر تھا چٹکیاں لینے کا شوق
کیا کلیجا نوچنے کو اک دل بیتاب تھا

آستان پاک پر تھا سر جھکانے اک سلام
ہاتھ باندھے سرو قد اک سامنے آداب تھا

بات پردہ کی تھی ان کا چھپکے آنا رات کو
دونوں آنکھیں بند کرکے دیکھنے کا خواب تھا

شمع روشن کے گھر باہر تھی پروانے تھے
گھر میں سب اہل بیت باہر مجمع اصحاب تھا

خنجر تسلیم کا بسمل تماشا تھا عجیب
مر لیے ڈالا جان دینے کے لیے بیتاب تھا

یوں کیا سجدہ کسی کا گم تھے رضا میں کی تلاش
ہم تھے حافظ اور بے قابو دل بیتاب تھا

دکھا کر چال۔ آتا ہی اونھیں سجدہ گرا دینا
بہاروں پر چلتے چلتے اور وہ آن کی ہوا دینا

نہ دینا دل۔ اگر دینا تو خوگر درد کا دینا
نہ دینا دردِ دل۔ دینا تو دل درد آشنا دینا

کوئی تو کام لینا ہی خدا کو ورنہ کیا سمجھی
بشر کو روح دینا عقل دینا۔ دست و پا دینا

فقیر دل کو ستائے یا دبانے جسکا جی چاہے
یہاں تو اک وظیفہ ہے دعا کرنا دعا دینا

سبھی کا بار منت رہ گیا میرے جنازے پر
وہ کاندھی دے گئے اکثر جنھیں کاندھا نہ تھا دینا

ادب کہتا ہے چلنا چاہیے سر سے زیارت کو
ہم اپنے پاؤں پڑتے ہیں کہ سر کو استاد دینا

وہ فتنے ہیں قیامت ہیں جو آ بیٹھیں محفل میں
بھری محفل میں فتنوں کو قیامت کو اٹھا دینا

کچھ ایسی بلبل بلا ہیں ورنہ قدرت کا تماشا تھا
یہ پھولوں کو ہنسا دینا یہ شبنم کو رلا دینا

دل غمگین کو خوش کر دینی والی ہے ادا یہ بھی
کسی کا حال سننا اور سن کر مسکرا دینا

جو دینا ہو مدعا دل کو تو دینا مدعا دل کا
نہ دینا مدعا دل کا تو دل بے مدعا دینا

مرا منشا تھا کہ بیداری میں یاد دیکھوں اور کو بے پردہ
نہیں اپنا منہ تو دیکھوں کوئی مجھ کو آئینہ دینا

مری بگڑی بنا آتے ہیں وہ میری بن آئی
مری بگڑی امر بگڑی امر آدم پہ بنا دینا

لگی دل کی بجھا دینے کے پردے میں یہ تو نکلی
لگی آگ اور بھڑکانا ہے دامن کی ہوا دینا

کہوں پاؤں کی نازک ہے کہاں لیجاؤں پلکوں کو
ہزیں تو محل حیا قطرہ راہ میں آنکھیں بچھا دینا

کی جو قطرے پر نگاہ مہر دریا کر دیا
مہر اس جب کی نگاہ قہر ذرہ کر دیا

ساتھ چلکر دو قدم ہلکا جنازہ کر دیا
راہی ملک عدم کا کام جلت کر دیا

وہ تو موسیٰ تھے کہ نظارے کا دعویٰ کر دیا
اے تجلی طور کو کیوں تو نے سرمہ کر دیا

کر چکی دل کی تمنا جب مرا دل پائمال
میرے دل نے مجھ کو پامالِ تمنا کر دیا

آخر یہ اترا مہ ہمارا میرے لیٹنے کا جواب
آستانِ پاک پر جا کر لیا۔ لا کر دیا

اے خدا! تو نے دیا تھا دل محبت کے لیے
اے محبت! تو نے دل میں درد پیدا کر دیا

اون کی صورت کو میں تکتا ہوں، وہ حیرت کو بھی
واہ تاثیرِ نظر! اون کو بھی مجھ سا کر دیا

کر چکی ویران جب دل کو۔ تو وحشت نے کہا
اپنے بسنے کے لیے گھر ہم نے صحرا کر دیا

تیرے جادو کے کرشمے ہیں عجب اے دردِ عشق
آنکھ کو قطرہ دیا۔ قطرے کو دریا کر دیا

آشنا کس کو بتاؤں، کس کو بیگانہ کہوں
بیخودی! تو نے مجھے میرا پرایا کر دیا

گھونٹ بھر زہرِ اجل۔ تھا کس بلا کا خوشگوار
حلق سے اوترا کہ بس ٹھنڈا کلیجا کر دیا

حسن کو الفت تو تھی پردہ عشاق میں
عشق خود رسوا ہوا۔ ہم کو بھی رسوا کر دیا

چلمن اوٹھتے ہی جھلک دیکھی تو چلمن چھوڑ دی
تشنۂ دیدار کو پیاسے کا پیاسا کر دیا

آپ شمشیرِ نگہ نے۔ کام وہ تنہا کیے
دل کو بسمل کر دیا۔ بسمل کو ٹھنڈا کر دیا

سنتے ہو حافظ! قضا کہتی ہے کیا سر پکڑ کر
پھر نہ کہنا۔ توبہ کا دروازہ بند کر دیا

گلے ملنا ہو کسی سے تو گریباں ہونا
جھک کے لینا ہوں قدم سب کے تو داماں ہونا

تن کا پیوند اُسے پاسِ نزاکت بھی نہیں
پھانس بنکر خلشِ خاطرِ جاناں ہونا

آرزو ہے مژگاں سے نکلے دل کی خلش یوں نہ اول
خلش دل سے نکلنا خون رگ جان ہونا

انشاء اللہ وہ جمیل اور وہ دعویٰ لے جمال
اور شب ہجر کو رحمت سے نکلنا پانی ہونا

لے اپنے ہی زخم جگر کا ہوں میں شاگرد رشید
درد ظاہر نہ ہو اس واسطے خندان ہونا

رات بھر پیش نظر رہتی ہے وہ زلف دراز
اس کو کہتے ہیں شریک شب ہجراں ہونا

آبلہ دل کا ہنسی کا پھپھولا ہے تو کیا
پھوٹ کر روئیے جو ہے دیدۂ گریاں ہونا

اے تبسم کہیں رو دے نہ یہ ہنستے ہنستے
دیکھکر زخم جگر پر نمک افشاں ہونا

راز داری کی ہے تاکید پھر اوس پہ مجھکو
وہ دیا غم جسے آتا نہیں پنہاں ہونا

سینے والے بھی تو اوکتا گئے سیتے سیتے
نہ ہوا بند یہاں چاک گریباں ہونا

میں وہ پتھر ہوں پڑا خون جگر کھاتا ہوں
اور قسمت میں نہیں لعل بدخشاں ہونا

اون کے گیسو کو سیاہی و درازی ہے پسند
درد کو ساز و حریف شب ہجراں ہونا

دل ہے تو کیا غمزہ و تیر نگہ کا مشتاق
خواہش ہے کہ ہیں نشتر و پیکاں ہونا

ذرہ ہے غنچے کی گرہ میں تو صبا کہہ اوس کو
گل کا [illegible] دامن [illegible] خنداں ہونا

جمع ہیں جس کے ارباب کمال [illegible] قطب
اپنے [illegible] ہیں [illegible]

جس نے دیکھا [illegible] کی [illegible]
[illegible] ہونا

صبح محشر اس کو چھینٹے دیکے کہا۔ تر دامنی
خود ندامت کے پسینے میں ہے جو ڈوبا ہوا

حسن کی یہ خوش نصیبی، عشق کی بد قسمتی
ایک اچھا ہو گیا مشہور، اک رسوا ہوا

کب مقابل ہے کسی کے ابروِ باریک کا
چاند ہے انتیس کا سو بار کا دیکھا ہوا

اون کو ملنے میں تکلف۔ جب خودی کا ہو بسر ساتھ
بے تکلف مل گئے۔ ہیں جب کبھی تنہا ہوا

ضبطِ رقت سے ہوئی دیدار کی دولت نصیب
ہم نے جو آنسو پیا وہ آنکھ کا تارا ہوا

دیکھنے پائے تھے اک جھلکی کہ پردہ گر گیا
خیر گذری، ہر کے بار سنے میں غش آتا ہوا

میری آہیں آندھیاں بنکر ہوا پر آئی ہیں
چرخ کا پردہ نظر آتا ہے آج اوڑتا ہوا

یہ چلیگا بھی تو کر دوں۔ میں ہنسکر کیا کروں
جامہ ہستی تو نکلا جا بجا نکلا ہوا

جب کبھی بھٹکی نظر۔ آیا تصور میں خلل
دل کے حق میں ایک رخنہ دیدہ بینا ہوا

گھر سے نکلا اور پہنچا منزلِ مقصود پر
شکر ہے۔ نکلا مرا پیغامبر پہنچا ہوا

جی میں آتا ہے۔ کہوں دنیا سے جاکر حشر میں
رحم کر مجھ پر کہ میں ہوں دور سے آیا ہوا

کون سا ایسا مرا ہمدرد ہے جو ڈھونڈ لائے
آپ بھی کھویا ہوا ہوں۔ ہوش بھی کھویا ہوا

پھرتے ہو حافظ عبث دل ہاتھ سے پکڑے ہوئے
ہاتھ آتا ہے کہیں دل ہاتھ سے نکلا ہوا

پھول کھل کے فلسفے کا آج عقدہ وا ہوا
ہنس دیا انگور جب زخم جگر اچھا ہوا

عشق کا جوش و ولولہ معشوق کا ہے سر اٹھتی / حسن کی بے انتہا اللہ کا چھپا را ہوا

ایک وحشت ہی کیا جس نے مجھے صحرا نورد / ورنہ صحرا سے نہیں کم گھر مرا وحشت بھرا ہوا

اس کی بھوک ہی ہوں وہ کھائے گا یا میں کھاؤں گا / میرے کھانے کے لیے پیدا غمِ فردا ہوا

اس لیے تصور کئے دل تھامے ہوئے بیٹھا ہوں میں / دل میں ڈر بیٹھا ہوا ہے ۔ ڈر سے دل ٹوٹا ہوا

بڑھ رہی تھی ہجر کی شب گیسو و لب کے دھیان میں / تب تبسم یاد آیا ۔ نور کا تڑکا ہوا

میری توبہ ہار کر ۔ سر مار کر ۔ اولٹی پھری / کب یہ پہنچی ۔ تب ۔ جب ۔ توبہ کا دروازہ بند ہوا

پی لیا کرتے تھے اسی میں بھر کے ہم خونِ جگر / جامِ دل بھی پھوٹی قسمت سے ملا ٹوٹا ہوا

ہم تو گھر بیٹھے بھی دیوانے ترے مشہور تھے / گھر سے جب تک نکلے نکلیں نام تھا نکلا ہوا

خود فراموشی میں بھی بھولا نہیں ذکر آپکا / آپ کو کرتا ہے یاد ۔ ایک آپ کا بھولا ہوا

ہو رہا ہے جن کے سائے میں ہی خورشید حشر / اس کو کہتے ہیں ستارہ بخت کا چمکا ہوا

پھر بھی بے رنگ کا طالب ہے دل ار وحشت نگر / ضعف سے دل ٹوٹ کر ٹوٹی ہوئی توبہ ہوا

مصطفیٰ کے واسطے ۔ دستِ خدا کے واسطے / ہاتھ اوٹھا کر دونوں عالم سے ہوں بیٹھا ہوا

دل کو حافظ تم نے طیبہ میں کھو آئے کہاں
گود کا پالا ہوا تھا ۔ یا پڑا پایا ہوا

بخت برگشتہ سے کب شادی تمنا نہ ہوا / جو نہ چاہا تھا وہ ہوا ۔ اور جو چاہا ۔ نہ ہوا

عشق سے راز کو حسرت ہے کہ افشا نہ ہوا
راز کی بات کو ارمان کہ چھپا نہ ہوا

اون کے بیمار پڑے تھے بہت اچھے اچھے
سب سے اچھا ہے وہ بیمار جو اچھا نہ ہوا

سب سے بدتر وہ بشر ہے جو بھلا چنگا ہے
سب سے بہتر ہے وہ بیمار جو اچھا نہ ہوا

نہیں دنیا میں جو بدنام تو نکما ہے نام
اوس کی شہرت ہوئی کیا خاک کہ رسوا نہ ہوا

پوت پانی کی طرح ایسکن ہے وہ ہے انگارا
دل کے چھالے کا کلیجا کبھی ٹھنڈا نہ ہوا

جس جگہ سر سے چلے ہم بڑی دشواری سے
وائے قسمت کہ ترا نقش کف پا نہ ہوا

شام سے تھا رخ انور کا تصور شب بھر
ظلمت بخت پہ تھی نور کا تڑکا نہ ہوا

خاک پر لوٹ گئے اوس کوچے میں راحت پائی
رونگٹے بھی تو ہمارا کبھی میلا نہ ہوا

آنکھ کے سامنے رہنا۔ وہیں اوٹھنا گرنا
چلمنیں کیوں در محبوب کا پردہ نہ ہوا

چھوٹی آنکھوں کی تھی پھوٹی ہوئی قسمت کہ اوسے
سامنے پردہ ان میں پسند ایک بھی پردہ نہ ہوا

دل بھی ہے۔ درد بھی۔ سوز بھی ہے ساز بھی ہے
انجمن کیا۔ جو کوئی انجمن آرا نہ ہوا

بیکسی سے بے اثری۔ ہجر ری بے خبری
اپنے ساتھی تھے مرے۔ میں کبھی تنہا نہ ہوا

کہہ گئے چشم سخن گو کے اشارے سب کچھ
راز دار دل سے کسی بات کا پردہ نہ ہوا

اب بھی کیا اون کی ادا کو نہ کہوں ہوشربا
کیا میں دیوانہ تھا جو آپ سے دیوانہ ہوا

بیخودی اک بیچ کا پردہ ہوں۔ اوٹھا جاتا ہوں
آپ چھپیے گا کہاں جب کہ یہ پردہ نہ ہوا

ساتھ غم کے غمِ تدبیر بھی ہے اے حافظ
غم ہوا مجھکو تو وہ حوصلہ فرسا نہ ہوا

دیر مرجانے کی تھی۔ ملنا ترا مشکل نہ تھا
میری ہستی کے سوا پردہ کوئی حائل نہ تھا

کیسی میٹھی نیند آئی ہے شہادت گاہ میں
اک ہوائے سرد تھی۔ ٹھنڈا دمِ بسمل نہ تھا

عاقلوں کو کیا ہوا۔ دیوانے کے منھ کیوں لگے
اون کا دیوانہ تو پھر دیوانہ تھا۔ عاقل نہ تھا

ہوش والوں نے سرِ محفل اوٹھائیں انگلیاں
مستِ حق ہشیار تھا۔ بیدار تھا۔ غافل نہ تھا

ہاتھ رکھنے کو وہ تھے۔ دل کی تسلی کے لیے
اور وہ بھی کب کہ پہلو میں ہمارے دل نہ تھا

مختصر سی ہے کہانی میری مرگ و زیست کی
زندگی دشوار تھی۔ مرنا مجھے مشکل نہ تھا

ایک ہی جلوہ دکھا کر چھوڑنا تھا بیقرار
آنکھ سے دل میں اوتر آنا تو کچھ مشکل نہ تھا

ہمیشہ مرجانا۔ حصہ عشق کا ہے قدرتی
دیدیا دل جس نے وہ دل لیکے بھی بیدل نہ تھا

نامرادی ہی مقدر میں لکھی تھی۔ ورنہ کیا
دل کے قابل غم نہ تھا۔ یا غم کے قابل دل نہ تھا

ڈوب جاتی کھا کے ٹکر کشتیٔ عمرِ رواں
خیر سے بحرِ حوادث کا کہیں ساحل نہ تھا

اک تماشا تھا شہیدِ ناز بزمِ ناز میں
راگ تھا نالہ نہ تھا۔ رقاص تھا بسمل نہ تھا

دل رہا پہلو میں جبتک۔ دل میں درد اوٹھا رہا
بیدلی کا درد تھا۔ آغوش میں جب دل نہ تھا

دل تو تھا اپنی جگہ۔ دل میں جگہ تھی داغ کی
داغ تھا دل کی جگہ۔ اپنی جگہ جب دل نہ تھا

گل بھی، گلدستے بھی تھے، شمعیں کہیں تھیں، پروانے بھی
اور سب تھے۔ ایک جا خاطرِ در تفریح مشغول نہ تھا

دلِ خستہ میں یہ مانا کہ اندھیرا ہوگا
اوس اندھیرے میں ترا نور چمکتا ہوگا

آپ تو پردۂ وحدت سے نکلتے ہی نہیں
بزمِ کثرت میں تماشا کہ تماشا ہوگا

چاند سورج کو تو دیکھو۔ یہ ہیں کس کے جلوے
اور پھر جس کے یہ جلوے ہیں وہ خود کیا ہوگا

اوس گلی میں کوئی بیہوش۔ کوئی بسمل تھا
ہم تو سمجھے تھے کوئی کھیل تماشا ہوگا

خس ناچیز ہوں۔ کیا چیز ہوں، بہ جاؤنگا
اوس کی رحمت کا تو بہتا ہوا دریا ہوگا

لامکاں نام ہے جس کا۔ وہ ہے اک ہو کا مقام
اور کیا ہوگا وہاں۔ نام خدا کا ہوگا

ہم تو سمجھے تھے گیا درد بھی دل کے ہمراہ
نہ کہ پھر دل کی جگہ درد کسیکا ہوگا

دل میں وحشت تو رہی ہوگی نہ تنہائی کی
تیرے بیکس کو ترا دھیان جب آیا ہوگا

اشک ریزی مری تقدیر میں ہے جیتے جی
زندگی کا یہ ہیں لبریز پیالہ ہوگا

خندۂ زخمِ جگر پر ہو تبسم سے نگاہ
یہ نمک تم نے نہ چھڑکا تو مزہ کیا ہوگا

حاصلِ ہستیِ فانی تھا فنا ہو جانا
فکر ہے وقتِ فنا۔ بعد فنا کیا ہوگا

یہ تو کہیے کبھی چہرے سے اٹھیگی بھی نقاب
اور پھر ہوش میں بھی دیکھنے والا ہوگا

ہونی آئی ہے۔ کسی پہ ہو کسیکا الزام
کام کر جائے ادا۔ نام قضا کا ہوگا

ذرّے ذرّے سے انا الشمس کی آتی ہے صدا — اسی سینے میں ترا نقشِ کفِ پا ہوگا

چاند تارے نہ سمائینگے نظر میں حافظ
آنکھ کے تل میں جو وہ نورِ سراپا ہوگا

تجھکو کیا غم جو کوئی عشق میں رسوا ہوگا — اسی پردے میں ترے حسن کا چرچا ہوگا
آپ کی شہرت سے بھلا اوس کا بھلا کیا ہوگا — جو ترے شربتِ دیدار کا پیاسا ہوگا
رونق افروز دمِ نزع وہ جلوہ ہوگا — دم بھی آنکھوں ہی کے رستے سے نکلتا ہوگا
جان ہے تن میں تو ہے نام ترا جان کیساتھ — جان کے ساتھ ترا نام نکلتا ہوگا
سات پردوں میں مگر رشک سے کہتی ہے یہی — دیدۂ دل نے تو بے پردہ ہی دیکھا ہوگا
اب ہوا علم کہ ہے سلسلہ حجاب اکبر — ہم نہ سمجھے تھے کہ اب بھی کوئی پردہ ہوگا
دو قدم چال قیامت کی چلے اور کہا — بس تماشائیو! اب کل یہ تماشا ہوگا
ڈوبتے بھی ہیں ادھر ڈھلتے بھی ہیں تارِ شبِ ہجر — میری تقدیر کا ہوگا وہ جو ڈوبا ہوگا
آہ بھرتے ہوئے تو خطر ہے کہ نہ جی کا ہو ضرر — نالہ کھینچوں تو یہ ڈر ہے کوئی سنتا ہوگا
آپ کو دیکھکے بیتاب رہا حیرت خیز — دیکھنے والے کا مرنا بھی تماشا ہوگا
آہ دل میں نہیں اک بوند لہو کی باقی — حیف تیرِ نگہِ ناز کہ پیاسا ہوگا
آگیا وجد جو کھائی کسی در پہ ٹھوکر — جس کی ٹھوکر یہ ہے کس لطف کا لو ہوگا

نہیں خالی۔ دہن زخم جگر کا ہنسنا
روزن سینہ سے سرکار نے جھانکا ہوگا

آہ وہ نوک مژہ جس کو ہو جنبش میں دریغ
آفت وہ کانٹا۔ جو کسی دل میں کھٹکتا ہوگا

بس اوسکی ہے۔ نصیب اوسکے ہیں۔ تو اوسکی ہے
حشر کے روز جو منہ آپ کا تکتا ہوگا

دل کا آئینہ تو کہتا ہے کہ اللہ رے میں
دل مرا۔ آئنہ جس کا ہے۔ وہ کیسا ہوگا

دیکھنا یہ ہے کہ صانع نے بنا کر حافظ
اپنے محبوب کو کس پیار سے دیکھا ہوگا

حسن کو شرم سے پردہ۔ مجھے شکوہ کرنا
اور ظالم اللہ میں عشق کا دعوے کرنا

اور تو کام کوئی ہم کو نہ آیا کرنا
نام لینا ترا۔ الفت کو سجدہ کرنا

چپ ہوا ہوں تو مری چپ کا ہے چرچا گھر گھر
تیری تقدیر ہی کو ہے مجھے رسوا کرنا

وحشت بستہ کا نہ غم۔ پاے شکستہ کی نہ فکر
دل کو اک بات ہے۔ طیبہ کا ارادہ کرنا

کام سے جاتے رہے ہم، تو سمجھ میں آیا
کون سا کام تھا کرنے کا نہ تھا کیا کرنا

کوئی کر جائے قضا، اپنی ادا سے مطلب
کوئی دیکھے کہ نہ دیکھے، انھیں پردہ کرنا

تاب چلنے کی نہیں، راہ عدم دور و دراز
ایسے بیمار کو اچھا نہیں چلتا کرنا

درد کہتا ہے کہ دل بھی نہ رہے میں ہی ہوں
درد دل کو ہے ابھی حوصلہ پورا کرنا

چھوڑ کر شرم۔ ذرا یہ تو بتا دے اے حسن!
دیکھنے والے سے کیا فرض ہے پردہ کرنا

روز جاتی تو ہی روضے کو نسیم سحری
ایک دن جا کے ذرا ذکر ہمارا کرنا

جیب گٹی دل سے فلک پاٹ آئی دل پہ
آہ پر بھی نہیں اب ٹھیک سا بھروسا کرنا

لگ گیا ہے او سکی ہو مرضی ، وہ کرے روکے قبول
اس گنہگار سے یہ کار کو تو یہ کرنا

روز روشن سے یہ اعجاز نہیں کم روشن
چودھویں رات کا چاند ، ایک اشارہ کرنا

یے کے کرتے ہیں وہ دل کی مرادیں پوری
ان سے بے فائدہ پھر عرض تمنا کرنا

اب غم مرگ عزیزاں کی فرصت کس کو
سب سے پہلے تو ہی ماتم ہمیں اپنا کرنا

یہی اک سر وہی اک در وہی اک چوکھٹ ہی
ہم کو جس پر کبھی سجدہ کبھی تکیہ کرنا

وقت کے وقت لکھی ہے یہ غزل اے حافظ
انتقال امرا حبا کا ہمیں تھا کرنا

دیتے آنکھیں بھی اگر تھا نہیں جلوہ کرنا
اب یہ ہے کس کے دکھانے کو تماشا کرنا

حسن کی شوخ ادا عشق سے پردہ کرنا
پردہ پردے ہی میں پھر عشق کو رسوا کرنا

سوز غم سے دم عیسیٰ میں ہوں جل بجھنے کو
اک چراغ سحری ہوں مجھے ٹھنڈا کرنا

روز فردا تو ہے کل ، وعدۂ فردا بر حق
آہ وہ دل جسے دشوار ہو فردا کرنا

میں وہ سرگشتہ ہوں کلفت میں مزہ آتا ہے
پھر بھی اے گردش قسمت ! کبھی پھیرا کرنا

پڑ گئے لوٹ میں صبر و خرد و ہوش و حواس
راس آیا نہیں بے پردہ نظارہ کرنا

کوئی تجلی ہی تجلی کی گرا دی ہوتی
تھا اگر جسکو یہ ہی ہر [illegible] اسکے سر پر کرنا

جس کو قدرت ہے کہ دریا کرے وہ قطرہ کو دم میں
اور سکے ترے کہ ہے کیا قطرہ [illegible]

خوش نصیبی ہے یہ میسر ہی کہ بلا ہے تجھ کو
ورد اور دل کا جسے آتا ہو [illegible] کرنا

معرفت ہی کو نہ جانا۔ یہ ساری شامت
معرفت ہی کہ [illegible]

پتلیاں کیا ہیں کہ پھیلے ہیں ترے قدرت کے
ساقی پر دل میں [illegible]

اے فلک اخاک مدینے کو اوڑا دی ہوتی
خاک کر کے مجھے برباد اگر نقش کرنا

ہی گنہگار محبت کا اکیلے گھر میں
چاہیے دل میں ورد اور دعا پیدا کرنا

بے مرادی تو یہ کہتی ہے جو پیدا ہو مراد
نامرادی کے سوا کچھ نہ تمنا کرنا

پوچھ لیں ایک تبسم کی ادا سے آ کر
دل سے چاہیں جو وہ بیمار کو اچھا کرنا

کارساز اور کوئی، کار براں اور کوئی
کچھ نہ کرنے کے سوا اور تجھے کیا کرنا

رمز قدرت کی سمجھ میں نہیں آتی حافظ
اپنا محبوب بنا کر ہمیں شیدا کرنا

تم اپنے چہرے سے پردہ ذرا ہٹا دینا
ذرا سی شان جمالی ہمیں دکھا دینا

نشان سجدہ کو اب بے نشاں بنا دینا
جبیں پہ ہے خط تقدیر کو مٹا دینا

اندھیری رات میں چنگاریوں کی ہوگی بہار
نہ ہو بہار تو دل کی لگی بجھا دینا

یہاں سوا سرِ شوریدہ کے دھرا کیا ہے
چلے ادھر کو وہ گفتگو کر تو سر جھکا دینا

نہ دستِ تخیل آہ کیا نور ہی بجلا سکی کہ پل
ٹھٹک کے رہ گئے ان کا سے نقاب اٹھا دینا

نہ دل میں خلا کوئی چھوڑا نہ آرزوئے عشق
تمہیں تو آگ بھرے گھر کو بھی لگا دینا

ہیں آج ملک میں کثرت سے راہبر ایسے
جو راہ پر ہو اسے راستہ بھلا دینا

جنوں نے مجھ کو پڑھایا ہے کیا سبق مجنوں
یہ کھینچ کھینچ کے نقشے آپ ہی مٹا دینا

نیاز مند بنا لینے کی ضمانت ہے
نگاہِ ناز کسی کی طرف اٹھا دینا

اگر کسی بھلے چنگے کو عشق تاکے بھی
تو کیا ضرور ہے دیوانہ بھی بنا دینا

اٹھے ہیں ہم جو چلے تو جو اے نالے
تو جیسے سوتے ہوئے بخت کو جگا دینا

شرف ہزار سہی - آفتیں بھی ہیں لاکھوں
کہا تھا کس نے ہمیں آدمی بنا دینا

ہمارے درد کا پردہ نہ فاش ہو جس لئے
ہمارے زخم کی صورت ہمیں بنا دینا

قریب تھا کہ تڑپ کر فلک سے دل ٹکرائے
قریب صبر کی سل تھی - پڑا دبا دینا

خدا بھلا کرے منکر نکیر کا حافظ
شبیہ پاک ہمارے سے بھی دکھا دینا

بلا سے درد سراپا مجھے بنا دینا
مگر کہیں نہ سرِ بزم پھر اٹھا دینا

سرِ سجود کی دھن جبر سے چھڑا دینا
جبیں سے ہی خطِ تقدیر کا مٹا دینا

یہ غش کبھی تھا مرے دل پہ یہ گڑی لگی اگ جاتی
کسی کی غش سے تو دامن کی شفی ہوا دینا

نزاکت کف پا کی ہو خیر پلکوں سے
اوسکے راہ میں آنکھیں ہمیں بچھا دینا

وہ مرنے بھی نہیں دیتے ہیں مرنے والوں کو
دوا کے بدلے غریبوں کو زہر تھا دینا

صبا یہ تو اگر ز حبیبوں میں ہو دشوار
سنی سنائی ہو جو کچھ خبر سنا دینا

سنے نرالے تماشے خدا کی قدرت کے
ہیں اک نگاہ کے ہاتھوں آنکھ سے دکھا دینا

زبانِ قال کی سنتا ہی کون ہیچ پکار
زبانِ حال ادا ایسے کہے سنا دینا

کے کہے سنے سے مرا درد دل سنیگا کون
کہے سے جو نہ سمجھے یہ کہہ سنا دینا

جو خواب میں بھی کسی نے کبھی نہ دیکھا ہو
وہ جاگتے ہیں اونہیں آنکھ سے دکھا دینا

خدا کا جلوہ ہو یا کچھ ہو۔ اون کو آتا ہی
جو دیکھنے میں نہ آیا ہو۔ وہ دکھا دینا

خودی جو ہو گئی رخصت تو بیخودی نے کہا
دوئی کے پردے کو اب سہل ہی اوٹھا دینا

ہی دوستوں کے دلوں کا حساب سمجھے کون
کہ کیا ملا ہمیں الفت میں۔ کیا پڑا دینا

اوٹھائیگا ہمیں در پر پڑا ہوا موجبیں
فقیر خستہ کو ٹوٹا سا بوریا دینا

کسی کی یاد کو۔ ہی خوب یاد ای حافظ
تمام عمر کا لکھا پڑھا بھلا دینا

خدا کی راہ میں ہو ناگوار کیا دینا
اگر دیے بھی نہیں۔ اللہ کا دیا دینا

جہاں کو اوس کے پردے سے کاہے اوٹھا دینا
چھپے ہیں جس میں وہ پردہ نہ تک دکھا دینا

کوئی رکوع کرے یا کوئی سجود کرے
ہمیں تو اون کی حضوری میں سر جھکا دینا

غریب ہوں ہیں دوا درد کی سے ملے
کبھی تو دور ہی دیکھنا تو آ دوا دینا

پتنگے درد سے رہتے ہیں گرد شمع نصیحت
اوٹھا دو جو یہ تو ان کو سکھلا دینا

ہیں مرثیوں میں مری حسرت ناک جی جاتا
گلے لگا کے کبھی مٹی مری لگا دینا

تمہارے ہاتھ آیا دفتر سیاہ کا دل کا
سیاہ کار ہوں چہرہ مرا کالا دینا

اگر اوٹھا تو ہوں نقش خاک اوٹھنا کا
اگر بٹھا دو تو آسمان پر بٹھا دینا

نہیں ہے [illegible] کسی جستجو باقی
نہ اپنا ہستی خالی کو دوست [illegible] دینا

نہ پاؤں نکلتے ہیں اوس راہ میں تو کہنا [illegible]
[illegible] سر کو [illegible] دینا

[illegible] دیکھے ہستی ہو کوئی دست نگاہ
پیالہ بھر کے [illegible] کا پلا دینا

[illegible] حسرت [illegible] اپنی صورت کا
[illegible] تھا دکھا دینا

[illegible] آواز [illegible]
[illegible] دینا

[illegible]
[illegible] دینا

[illegible]
[illegible] دینا

کسی کے ہجر [illegible] کا وہ [illegible] دیتا
عزیز [illegible] گھٹتے ہوئے دل کا تماشا دکھا دینا

ہمارے سینے کے زخموں کو گن گن کر دکھا دینا
[illegible] ہنستا [illegible] خون رلا دینا

تغیر خستہ کو سب کہتے ہیں یہ کیوں آیا
تم اپنی شان ولایت ذرا دکھا دینا

جو دل سے اوٹھتے ہیں شعلے جلا دیتے ہیں
حضور [illegible] مری [illegible] لگا دینا

جو [illegible] کا تھا چشم شوق سے پردہ
صدا تو کان کو پردے سے تھی سنا دینا

جو ایک غم ہو تمہارا وہ دل کو یاد رہے
ہزار اور غم ہیں وہ دل سے مرے بھلا دینا

[illegible]
[illegible] شان کبریائی ذرا دکھا دینا

[illegible] نہیں ہم نے [illegible] کا
[illegible] کو کچھ دکھا دینا

[illegible] کام [illegible]
[illegible] کسی مٹا دینا

[illegible]
[illegible] دکھا دینا

[illegible]
[illegible] اوٹھا دینا

[illegible] مری [illegible]
[illegible] مری [illegible] دینا

[illegible] پردہ [illegible]
اوٹھا کے پردہ [illegible] گرا دینا

دل اون کا گھر ہے تماشا وہ پھونک کے [illegible]
سکے یہ کون کہ دل کی لگی بجھا دینا

سوالِ حافظ مسکیں بقید حاجت ہو

ہو حضور کی حاجت سے بھی سوا دینا

کوئی مرے کی خبر صبحدم سنا دینا
نسیم کو تو نیا گل کوئی کھلا دینا

سنے تو مہر خموشی کوئی بنا دینا
وہی مرے لب فریاد پر لگا دینا

ابھی تو چھڑکے ہی چھڑکے لگائے ہیں دل پر
ابھی چھڑک کے نمک۔ ہے نیا مزہ دینا

وہ نالے آپ کبھی دل پر اثر نہیں کرتے
جنہیں مجال نہ تھا عرش کو ہلا دینا

ترے مریض کو دیکھا طبیب نے تو کہا
اب اس میں دم ہی کہاں۔ اسکو کیا دوا دینا

یہاں تو دل سے لگی ہے۔ ادھی کی رٹ ہو گئی
کوئی سنے نہ سنے۔ درد دل سنا دینا

فساد تم نے مٹائے ہیں تم ہو صلح پسند
بگاڑ ہے تن و جاں میں۔ انھیں ملا دینا

تمھارا نام جو سن لیں تو ہم سے کیا بن آئے
بسور کر کوئی آنسو کبھی گرا دینا

سمجھ میں خاک نہ آیا یہ کھیل قدرت کا
بنا کے خاک سے پھر خاک میں ملا دینا

حضور میں جو بلانا ہو مجھ کو جیتے جی
تو مرنے کا بھی حضوری میں آسرا دینا

مرا بگاڑ ہی بننا۔ مرا بنا۔ بگاڑ
بگاڑ نا ہو تو بگڑی مری بنا دینا

جو مرنے والے ہیں۔ وہ مر رہے ہیں مرنے سے ہم
کرامت آپ کی۔ مردوں کو ہے جلا دینا

خدا کا آئنہ تو ہے۔ میں حیرتی تیرا
یہ کیا ہے۔ آئنہ آئینے کا بنا دینا

نگاہ کا نہ تجلی نہ طور پہ ہے مدار
یوں ہیں کرشمۂ قدرت کوئی دکھا دینا

حضور شاہِ ولایت ہو پیش کچھ حافظ
ملی مراد کا پانا ہو۔ نذر کا دینا

خوشی یہ اون کی۔ دعا یا کوئی دوا دینا
نہیں تو وقت کا ہو ماجرا سنا دینا

کہیں یہ کون کہ ٹھوکر کوئی۔ لگا دینا
سرِ نیاز کو در پر ہمیں جھکا دینا

حضور شاہ۔ مرا رنگ اوڑ گیا۔ تو کہنا
کہ ہو ہی تو ترے رنگ کا جما دینا

مزار پر ہی صبا سے یہ التجا میری
کہ منھ سے گوشۂ چادر ذرا ہٹا دینا

تمھارے ہاتھ سے لینا ہمیں خدا کا دیا
تمھارے ہاتھ۔ خدا کا دیا ہوا دینا

ہمارے پاوں دبانے کو آئیں زنجیریں
جنوں! بپھرا کے نہ تھا اس قدر تھکا دینا

اونھوں نے عشق و با غم دیا۔ محبت دی
یہاں تو نام ہی کو ایک دل پڑا دینا

جب آہ دل سے نکلتی ہے۔ میں یہ کہتا ہوں
کہ میرے دامنِ تر کو ذرا ہوا دینا

کسی کے دامنِ رحمت کا حشر میں ہے یہ کام
جو کوئی عیب ہمارا کھلے۔ چھپا دینا

گلے سے اوترے تو پھر سکے نہ سانس ڈکار
مریضِ عشق کو ہو راس وہ دوا دینا

بلائے عشق کی اوٹھکر بلائیں لیتا ہوں
لگادی ایسی بلا جو نہ تھی لگا دینا

ہم اپنی لغزشیں پا سے یہ کہتے جاتے ہیں
وہ آستانہ جب آئے ہمیں گرا دینا

وہ دل کہ درد کی تھی جسکو چاٹ مجھکو دیا
وہ درد جس کو نہ لے کوئی۔ دل کو تھا دینا

ہیں کچھ نہ کہہ سکوں تو آپ کچھ پوچھ
وہ نظارہ مجھے حسرتی بنا دینا

جب آئے وقت شفاعت تو نام حافظ کا
گنہگاروں کی فہرست میں بڑھا دینا

نہ تھا جو نام کو بھی نام صبر کا دینا
بقدر ظرف مرے دل کو درد دکھا دینا

گرے پڑے کو سہارا خدا لگا دینا
نگاہ شاہ ولایت ادھر اوٹھا دینا

سجا کے حشر میں جب خوان تم شفاعت کا
گناہگار کو حصہ بھی اک لگا دینا

کہیں پتا بھی جبیں کا گھستے گھستے رہا
اب اور کیا خط تقدیر ہے جو مٹا دینا

دم اخیر جو میرا پیالہ ہو لبریز
پیالہ شربت دیدار کا پلا دینا

بڑھا ہے دست عطا مجھکو یہ تردد ہے
پسند کیا مجھے لینا ہے اون کو کیا دینا

ہے عام آج کی دعوت بڑا ہے خوان کرم
گدا کو بھی کوئی ٹکڑا بچا کھچا دینا

شراب صاف چڑھایا کریں جب نفیس اپنے
اخیر دور میں تلچھٹ ہمیں پلا دینا

نظر جو کی ہے تو ہو سجدہ حلت در حرمت
روا شیخ جی کو - رندوں کو نہ روا دینا

ادا کئے ہیں جو سب کیا قضا کر رہیں
قضا جب آئے - ادا کر قضا بنا دینا

جو سائل در ہیں جب بیکسی سے شرمائیں
تجھے ہے آپ کو دینا ہو بر ملا دینا

جو خواب میں کبھی دشمن اذکر کا خیال
تو اپنے چاند دیکھنے کا خواب ہی دکھا دینا

بلا سے دیکھوں نہ دیکھوں میں شاہدِ مقصود
یہ بیچ میں جو حجاب بات میں سا و ٹھا دینا

ہے چشمیوں کا تماشا کبھی ہویدا ہی
ابھی جھلک سی دکھانا ابھی چھپا دینا

زہے نصیب جو میرے نصیب حافظ
لگا ہو شاہِ ولایت کے ہاتھ کا دینا

رہا تھا جلتے ہوئے دل ہی کو جلا دینا
بھڑکتی آگ میں آگ اور بھی لگا دینا

خوشی ہنسائے تو غم کو ہے رولا دینا
ہے غم رولائے ہنسی میں تجھے اوڑا دینا

ضعیف مور ہی نام تو ہے جینے کا
ہمیں تو موت کے پیچھے میں پر لگا دینا

ہمیں قبولِ دعا کے لیے ضروری ہے
خدا کو شاہِ ولایت کا واسطہ دینا

تمھاری خاکِ قدم دیکھنے کو آئے ہیں
ہماری آنکھ میں سرمہ بھی لگا دینا

اگر کسی نئے زائر کو پہچانا ہو
ذرا سا فیضِ نہاں کا مزہ چکھا دینا

لگا دو اپنی غلامی کا داغ ماتھے پر
غلام کو نہ پڑے پھر اتا پتا دینا

نگاہ ملنے کی ہے دیر کوئی رند سہی
نگاہ ملتے ہی اللہ سے ملا دینا

ہمارا کام ہے سجدہ و تمہارا کام یہ ہے
ہماری لوحِ جبیں پر گھٹا بڑھا دینا

علاج ایک یہ ہوتا ہے تو علاج ان کا
کسی کی خستہ دلی سے سکھا دینا

ترس رہا کھا تمہیں مگر جو ہوا عشق
پلا کے تو ہری جان پہ ہنسا دینا

نظر کے سامنے در پر ہمیں کو رکھنا تھا
بجا ہے پردہ ہمیں کو اوٹھا کے گرا دینا

مری سنو تو کہوں یہ کہ حق تعالے سے
کہا سنا مرا آکر سنکے بخشوا دینا

کوئی ہی پھوٹ کے رونے کو دل بھر آیا جاتا ہی
کسی کو ایک ہنسی کھیل مسکرا دینا

ہمیں تو نظم ہی دشوار وقت پہ حافظ
کریم کو نہیں دشوار کچھ صلہ دینا

ہماری خاک کو بھی خاک میں ملا دینا
مٹے ہوئے کو مٹانا تو یوں مٹا دینا

یہ آنسوؤں کا لگا تار یوں گرا دینا
ہی آنکھ کا کہ گہر بے بہا بہا دینا

یہی ہی شاہ ولایت سے عرض حبل ورید
خدائے پاک سے ڈورا مرا لگا دینا

ترا کریم ہی کرم تھا خدا کے بندوں پہ
خدا کی راہ۔ خدا راہ تھی دکھا دینا

جو غش سے ہو نہ افاقہ تمھارے شیدا کو
تو اپنے گیسوؤں کا لخلخہ سنگھا دینا

خوشی سے آنکھیں بجھی جاتی ہیں رہ شہ ہیں
نہیں تو کام ہی میرا کہیں نہ بجھا دینا

جب آپ ہی نذر ہے۔ آپ میں کہاں سے رہے
طریق فقر تو ہی آپ کو مٹا دینا

کسی گلی میں گزر ہو تو ہم کو کیا کرنا
کسی کو در پہ کبھی اک صدا سنا دینا

تجھے حبیب بنایا خدا نے۔ خوب کیا
یہ کیا ہی خلق ہمیں کو شیدا انوا بنا دینا

یہ تیری ہی تو لگائی بجھائی ہی اے آہ
بجھائی چاہے تو دل کی لگی بجھا دینا

تمھارے زخموں کا ایک مشغلہ ٹھہرا — ابھی جب آ گئی زخموں کو مسکرا دینا
محبت اون کی مقدر نے مفت کیا دیدی — ہماری جان کو اک روگ تھا لگا دینا
امید و بیم کا ہی بائیں ہاتھ کا یہ کام — ابھی کبھی کو ہنسانا۔ ابھی رولا دینا
زیارت دُرِ دنداں کا ہے ادھر تو سوال — اُدھر سوال کے سنتے ہی مسکرا دینا
ہے بار بار تقاضائے خود فراموشی — کہ مجھکو دل سے نہ حافظ کبھی بھلا دینا

شرف اسی لیے تھا عرس پاک کا دینا — کہ چار چاند تھے اس چاند کو لگا دینا
وہ کہتے رہتے ہیں۔ او کوئی آگیا۔ دینا — وہاں فقیر کو پڑتی نہیں صدا دینا
ہر ایک سانس میں بوئے کباب آتی ہے — غذا کی دین۔ کلیجا بھنا ہوا دینا
جو اون کو دیکھنے غش تھا۔ بڑے مزے میں تھا — ہوا تو کیا کہ ہوا کی نہ تھی ہوا دینا
نکلکے جائیگی تجھ سے صبا کہاں اے آہ — ترا ہی کام ہوا میں گرہ لگا دینا
بجھا نہ دے کوئی دل کی لگی ہوئی اے آہ — جو پانی آئے تو اوس کو ہوا بتا دینا
وہ علم۔ تیغ کا پردہ۔ حجاب اکبر نام — بڑا ہی کام۔ اوسی کا فقط اوٹھا دینا
ہے آدمی کی یہ خوبی۔ خدا کو پہچانے — خدا کا فضل ہی فضل آدمی بنا دینا
خدا کریم بڑا ہے۔ خدا بڑا داتا — مشیت اوس کی۔ نہ دینا کسی کو یا دینا
گرا پڑا کوئی کیسا ہی آ پڑے در پر — وہ جانتے ہی نہیں پھر اوسے اوٹھا دینا

برے بھلے کو بھلا کیوں برا بھلا وہ کہیں
کہ جانتے ہیں برے کو بھلا بنا دینا

جو ہم کو شاہِ ولایت سمجھ کے آیا ہو
تم اوس کو شاہِ ولایت ولی بنا دینا

وہ مانگے دیکھے جو ہر کوئی مانگنے والا
وہ دینے والے ہیں جو منہ سے کہہ دیا سو دینا

قدم بھی اونچا کرو [illegible]
جو دیکھ لے سارے ناچار سر جھکا دینا

تمہاری دید کا بھوکا ہے بینوا حافظ
[illegible] پھر دکھا دینا

پھر کبھی ذرا سی جھلک دکھا دینا
شہِ جمال ہو صدقہ جمال کا دینا

ہوس بڑھا کے یوں ہی عمر بھی گنوا دینا
چراغِ زیست ہواؤں کو تھا بڑھا دینا

مرے سوال مرے حوصلے سے بھی ہیں سوا
[illegible] سوال سے کچھ ہو کہیں سوا دینا

نصیب میں جو نہ دینا تھا [illegible]
[illegible] دینا

ذرا سے دل میں [illegible]
[illegible] دینا

ادھر [illegible]
[illegible] کا دینا

[illegible]
[illegible] دینا

[illegible]
[illegible] لب ہلا دینا

جو اب خضر کو ہم [illegible] کہاں جائیں
تمہیں سلوک کا رستا ہمیں بتا دینا

وہ دل کو ہاتھ میں لیتے ہیں اور کہتے ہیں
ہمارے ہاتھ ہے تیری مراد کا دینا

عطا تمہاری ہی سمجھینگے ہم خدا حبا ہے
تمہارے ہاتھ سے چاہے اگر خدا دینا

جگر کو داغ تو سینے کو زخم۔ دل کو درد
ہر اک کو بزم میں حصہ جدا جدا دینا

نہ دیکھ پائے کوئی۔ داغ جبہ سائی کا
اب اور گھس کے پڑیگا اسے مٹا دینا

نوالہ پاس نہیں۔ منہ سے مانگتا بھی نہیں
گدا کو اپنے۔ لقب دو تو بے نوا دینا

مقدم اب ہے محفوظ کی خوشی حافظ
ترانہ سے وقت جس جو کہ سکو سنا دینا

اشارہ میں ہے۔ سو سے دل کا دعا دینا
تمہیں کہو تمہیں آتا نہیں ہے کیا دینا

غبار پر ہے تمہیں دل ہے نہ تنہا گرا دینا
ادب یہ ہے کہ اٹھا کر مجھے بٹھا دینا

نظر کے سامنے کوئی گر پڑا گر جائے
گرے ہوئے کو نظر سے تم گرا دینا

غنی بھی تم ہو غنی گر بھی تم ہو شاہ جمال
نہیں ہے سہل۔ گدا کو غنی بنا دینا

جو دیر سے گئے یہ ارشاد ہے کہ صبر کرو
تو ور بعد مجھے پہلے صبر تھا دینا

تمہارے پاس جو ناشاد آئے جائے شاد
جو گھر سے آئے بیمار رہتے انہیں شفا دینا

ہمارا نالۂ خونیں نوا یہ کہتا ہے
کسی کو لے کوئی ہم سے لہو رلا دینا

دکھی کا گھر ہے نہ در ہے جہاں جگہ مل جائے
فقیر کہہ تو دے اس بوریا بچھا دینا

شہ مبالی! ہی خالی فقیر کی جھولی / ادھر بھی ہاتھ کرم کا ذرا بڑھا دینا
خدا سے ہم نے اسی دن کو درد مانگا تھا / کہ آج تم سے کہیں۔ درد کی دوا دینا
سکھا دیا ہی بڑے کارساز نے تم کو / کسی کے بگڑے ہوے کام کو بنا دینا
پرانے مردے جلانے کی رسم تھی مردہ / تمہارا کام تھا اس رسم کو چلا دینا
جو پہلے مرنے سے مرنے کی دیکھتے ہیں راہ / یہ راہ اون کو خدارا تم دکھا دینا
تمہاری دید کے بھوکے تمہارے تشنۂ دید / سب انتظار میں ہیں۔ کچھ کھلا پلا دینا

نہ کوئی لذت کوئی شعر ہی۔ مگر حافظ!
سنا سنا کے فغاں۔ دل ہلا ہلا دینا

کلام سادہ مرا کام ہی سنا دینا / تمہارے ہاتھ ہی رنگِ قبول کا دینا
بڑا ہجوم ہی در پر۔ نظر اوٹھا دینا / لگی ہوی ہی جو ٹٹی۔ اسے گرا دینا
فقیر کی ہی یہ سرکار فقر کا دربار / سب ایک سے ہیں گدا سب کو ایک سا دینا
وہ بانٹتے ہیں جو باڑا۔ لٹا رہی ہیں بہار / بہار کا ہی یہ لینا۔ بہار کا دینا
ہلالِ عید ادب سے سلام کرتا ہی / نہیں تو کیا ہی یہ بے وجہ سر جھکا دینا
خدا کی شانِ جلالی کی مجھکو تاب کہاں / تم اپنی شانِ جمالی مجھے دکھا دینا
مہ دوہفتہ کی قسمت میں تھا یہ عزِ شریف / شرف یہ ہفتم شوال ہی کو تھا دینا

جمیل تم کو بنایا تمہیں جمال دیا
خدا کو نام بھی پیارا جمال تھا دینا

خدا کی شانِ جمالی کے آپ ہیں مظہر
خدا کو شان تھی اس ذات میں دکھا دینا

خدا کی شان ہے یا کوئی کھیل قدرت کا
یہ پردۂ بشری بیچ میں لگا دینا

شۂ جمال کو پردے کا پہلے حکم دیا
خدا کو بیچ کے پردے جو تھے اٹھا دینا

جمیل بھی ہے عجب الجمال بھی اللہ
ہے کچھ تو بھید جمال آپ کا دکھا دینا

خدا نے کھلکے یہ پردے ہیں ان کو رکھا ہے
کہ دیکھو اب کہیں پردہ نہ تم اٹھا دینا

ہجوم دیکھنے والوں کا دیکھ کر دن رات
ضرور رکھا تمہیں پردے ہی میں چھپا دینا

ٹلو گے بھی کہ نہیں کیا گدا اے بیرم ہو
وہ دے چکے تمہیں حافظ جو تم کو تھا دینا

چوٹ کھانے کو تو پتھر دل ہمارا ہو گیا
ٹوٹنے کی جب گھڑی آئی تو شیشہ ہو گیا

ہو گئی دوری سے دوری وصل ان کا ہو گیا
کر لیا جب ہم نے پردہ، دور پردہ ہو گیا

اور بھی دشوار۔ جلوے کا نظارہ ہو گیا
ہو گئے بے پردہ وہ جلوہ آپ پردہ ہو گیا

اب تو آنکھیں کر لی رہتی ہیں اسی سے تاک جھانک
چاک دل کا۔ روزنِ دیوار ہمسائے ہو گیا

دیکھتے ہی چل دیے ساتھی، کسی کو کیا خبر
دفن میرے ساتھ حسرت کا جنازہ ہو گیا

دل ہمارا۔ واہ کیا غم دوست ہے۔ کیا خوش نصیب
جس قدر غم زندگی کی غم زیادہ ہو گیا

آؤ غلام اب کہہ لو۔ یادو کے برابر اک غلام
دل تمہارا ہو گیا۔ بندہ تمہارا ہو گیا

اب کوئی اپنا پرایا۔ بات کوئی سنتا نہیں
میرے دل کا اور بھی غمناک ٹکڑا ہو گیا

کیا جنوں۔ ننگے بدن پر اب کریگا ہاتھ صاف
جو پھٹے کپڑے تھے۔ اون کا تو پھٹا کا ہو گیا

آگ دیدی دل کو ہم نے آہِ آتش بار سے
گھر جو پھونکا۔ دیکھنے کا اک تماشا ہو گیا

کھل گئیں آئینے کی آنکھیں، جو آیا سامنے
آتے ہی۔ محوِ صفا سے روئے زیبا ہو گیا

جو لکھا تھا میری قسمت میں، وہی میں نے لکھا
میری قسمت کا لکھا کیوں میرا لکھا ہو گیا

تیرے صدقے اے محبت! تھا جو پتلا خاک کا
تیرا صدقہ، آدمیت کا وہ پتلا ہو گیا

دور ہی سے دیکھکر۔ کہہ بیٹھے ہیں سب دور دور
دیں سے جو پھر گیا۔ مردودِ دنیا ہو گیا

کچھ تو کہکر بے چلیں بزمِ سخن کے واسطے
کیا کریں حافظ! یکایک عزم ٹھہرا ہو گیا

ایک عالم اب تو دیوانہ تمہارا ہو گیا
بیڑیوں کا قصہ طے۔ زنجیرِ دل کا توڑا ہو گیا

اب پڑے ہیں۔ رہنے کا وسعت رہ پہ سہارا ہو گیا
دو قدم بس چلتے پاؤں ٹوٹے، کام چلتا ہو گیا

اب تو نکلی سی وہ جھلکی بھی نظر آتی نہیں
جو دکھاتا تھا۔ وہ چھپنے کا پردہ ہو گیا

یا تمنا کو لیے رہتا تھا دل آغوش میں
یا۔ وہی دل ہے کہ پامالِ تمنا ہو گیا

کیا کہیں، کس سے کہیں [illegible]
کر لیا اپنا [illegible]۔ جب دل پرایا ہو گیا

بال کیا آیا کہ چھونے سے کھنکنے بھی لگا
ٹوٹے دل کو بھی بیٹھنے کا سہارا ہو گیا

دیکھ کر بے پردہ جلوہ - ہم جو اترانے لگے
بیخودی آ کر لگا دی، اب تو پردہ ہو گیا

کون دیکھے، کون پہچانے، کہاں آتے حواس
پردہ اٹھا - ایک جلوہ سا ایک نظارہ ہو گیا

چپ ہوں یا باتیں کروں، دل کو ہے شغل اسم ذات
اللہ اللہ اب تو دل اللہ والا ہو گیا

آ پڑی تو میرے پاس آئی بیکسی اے حسرت راز
عمر کٹنے کو غریب تیرا سہارا ہو گیا

ایک وہم تھا - ایک غم تھا سنتے ہو تم نے سنا
مر گیا بیمار غم کا جب کہو، اچھا ہو گیا

بسم اللہ آپ کا آئینہ رخ کا جمال
طوطی تصویر نے دیکھا تو گویا ہو گیا

حشر کی خبریں سنا کرتے تھے، جب نہ تھے
بیخودی میں کیا خبر آئے کو تھی یا ہو گیا

تیری دشمن ہا اپنے کو جلوت میں بھی خلوت اصل ہے
بند دل کی آنکھیں بند کر لیں اور تماشا ہو گیا

تو بہانے بھی کبھی آتی نہیں یاد ش بخیر
کیا فراموش اے اجل! تجھ کو بھی وعدہ ہو گیا

آ گئی طوق ہا ونکے دیوانے کو ہلکا پھول آج
ہنستے ہنستے گھر سے نکلے، ہار واسکے گلے کا ہو گیا

درد دل کب تک چھپا سکتا ہے آخر حافظ اپنا
ایک ٹھنڈی آہ نکلی اور افشا ہو گیا

تیرے دیوانے کا گھر بیٹھے بھی چرچا ہو گیا
بات کرتے نام نکلا اور رسوا ہو گیا

آج مجھ پر بیخودی کا غلبہ ایسا ہو گیا
اپنی صورت میں نے دیکھی، اور کا دھوکا ہو گیا

جیتے جی تھک تھک کے مرے ۔ جینے سے جی تنگ آ گیا
نوشدارو زہر ٹھہری ۔ زہر میٹھا ہو گیا

موت سے بھی ہم کو دوبھر انتظار موت تھا
اون کے آنے سے ذرا سا اور وقفہ ہو گیا

درد کی راحت ہمارے زخم دل سے پوچھیے
جو نیا چرکا لگا ۔ مرہم کا پھاہا ہو گیا

اون کی نادانی ہی جو سمجھے ہیں دیوانہ مجھے
میری دانائی کہ دیوانہ تمھارا ہو گیا

جان میں جان آ گئی ۔ سنتے ہی آمد موت کی
مرنے والے کو ۔ کوئی دم کا سہارا ہو گیا

مرگ ہی کا کام کر جاتا ہے مژدہ مرگ کا
سن کے ۔ شادی مرگ آج اک مرنے والا ہو گیا

ہو نہ تھا اسے دل میں گھر میرا ۔ کہاں اب یہ نصیب
ہے غنیمت میرے دل میں گھر تمھارا ہو گیا

ایک میں ہوں، ایک میرا گریہ بے اختیار
دوست ۔ پوچھے جاتے ہیں ۔ کیا ہو گیا کیا ہو گیا

دل نے پردے میں چھپا کر رکھی الفت آپ کی
دل کا پردہ کھولنے کو درد پیدا ہو گیا

وہ مٹا دیں یا پڑا رہنے دیں یہ اونکی خوشی
میں تو اون کی راہ میں نقش کف پا ہو گیا

واہ کیا کہنا ترا اے ناوک تیر نگاہ
دل کے ٹکڑے کر دیے، خود دل کا ٹکڑا ہو گیا

دل سے منھ تک حرف درد آیا نکلنے کیلیے
آتے ہی منھ سے نکلنے کو کلیجا ہو گیا

اون کے دیکھے سے نہ آتا حشر تک ہوش اسے
وہ تجلی تھی کہ غش آیا ۔ افاقہ ہو گیا

عیش طفلی غم جوانی ضعف پیری زیست موت
اس ذرا سی عمر میں کیا کہیے کیا کیا ہو گیا

دل میں حافظ! آ رہے ہیں ۔ اور دل پر ہاتھ ہے

اب تو سچ مچ دل ہتیلی کا پھپھولا ہو گیا

اوٹھانا غم کے صدموں کا تحمل صبر کی سِل کا
بڑا دل ہی کلیجے کا، کلیجا ہی بڑا دل کا

نہیں بیکار۔ اِلّا اللہ کہہ دینا کسی دل کا
یہی اک ضرب ہے جو دل ہلا دیتی ہی محفل کا

کوئی پردے میں لیتا ہی مزہ بیتابیِ دل کا
تماشا دیکھتا ہی دیکھنے والوں کو بسمل کا

شبِ ہجر ہی میں کچھ نہ پوچھو ماجرا دل کا
بہت اوچھلا۔ بہت کودا بہت تڑپا بہت بلبلکا

قدم اوٹھتا نہیں میرا۔ مدینہ ہی کئی منزل
قدم بھر فاصلہ ہی مجھکو پلّا ایک منزل کا

بہا کر خون دل کا۔ یہ کہا اون کی محبت نے
کہ میں جس کی محبت ہوں وہ خود ہی خونبہا دل کا

اوسی ہادی کے ہیں ہم جاننے پہچاننے والے
جو ہادی جاننے پہچاننے والا ہی منزل کا

گھڑی بھر میں بگڑتا ہی گھڑی بھر میں سنبھلتا ہی
الٰہی خیر کرنا۔ طور کچھ بیطور ہی دل کا

سراپا حسن ہو تم ساور میں حیرت کا پُتلا ہوں
جو تم تصویرِ محفل ہو میں۔ آئینہ ہوں محفل کا

ہنسی میں تم رولانے کو رولا دو ہنسنے والوں کو
ہنسا دینا تمھیں مشکل نہیں کچھ رونی محفل کا

فلک ناداں ہی۔ کیوں نازاں نہ ہو بیچارہ کیا جانے
کہ اودنے پرتوہ ہی ماہِ کامل حسنِ کامل کا

شبِ غم۔ صبح تک تکتا رہا منھ کیسی حسرت سے
چمکنے والے تاروں کا چمکتا آبلہ دل کا

دل۔ اپنے گُن کا پورا ہی ہم۔ اپنی دھن کے پکے ہیں
اوسے لپکا تڑپنے کا ہمیں شوقِ ان کی محفل کا

کچھ امیدیں ہیں۔ کچھ ارماں ہیں۔ کچھ حسرتیں کچھ غم
کہ جنکے دم سے ہی آباد ویرانہ سرے دل کا

ہوا اہل نہ بھٹکے خاکستر تو اب جلنا نہ بجھنا ہے
جلیگا کیا بجھے دل کا نہ بجھیگا کیا جلے دل کا

ہیولا غم سے کیا کھٹکا ۔ پڑا کھٹکا کہ پہلو میں
کسی دن پھوٹ جائیگا یہ پھپھولا ابھی جلے دل کا

تڑپ کر ٹوٹ کر نکلا تڑپتے رہ گئے ٹکڑے
نہ نکلا اب یہ تو کب نکلیگا حافظ ادعا دل کا

ہو اس میں کون بیٹھا ہے تری شکل و شمائل کا
اٹھا کر دیکھ تو للہ آئینہ مرے دل کا

ہماری ناچنا گانا، نیا رنگ اون کی محفل کا
کہیں نغمہ ہے نالے کا کہیں ہے رقص بسمل کا

ہیں اپنے آنسوؤں کو اس لیے دامن میں لیتا ہوں
کوئی ٹکڑا نہ ہو ان میں مرے ٹوٹے ہوئے دل کا

نگاہ ناز کا پوچھو پتا کھوئے ہوئے دل کا
نگاہ ناز سے پوچھو پتا کھوئے ہوئے دل کا

شب غم کیا کریں ہم اور رہتا ہی کی مہمانی
کھلونا کھیلنے کو دیدیا ہے ۔ شیشہ دل کا

کلیجے میں کہ دل میں آگ ہے ۔ دونوں کو خطرہ ہے
کلیجے سے فقط بالشت بھر ہے فاصلہ دل کا

ترا غم چٹکیاں لیتا ہے دل میں ۔ اور ہم خوش ہیں
کہ تنگ آ کر نکل جائیگا جو ارمان ہے دل کا

ہیں دونوں ہم رسد ہوں گے مگر اب تک نہیں کوستے
یہ دل گردہ جگر کا ہے ۔ یہ جگرا ہے مرے دل کا

مجھے آباد گھر سے لے چلی ۔ ویران جنگل کو
یہ کیا جی میں سمائی ہے ۔ برا ہو وحشت دل کا

ستے جذبے ، عجب رنگ میں ، نرالی مصطلحات ہیں
سمجھ میں حال و قال آتا نہیں رندوں کی محفل کا

مجھے طیبہ کو جانا ، راستے کی ٹھوکریں کھانا
تہی دست مسافر ہوں ، یہی توشہ ہے منزل کا

ہیں اپنے دل کے کام آیا۔ مرا دل غم کے کام آیا
غم دل نے نمک نام رکھا کام کے دل کا

ترے دیدار کا بھوکا۔ مرا ٹوٹا ہوا دل ہی
یہ ٹوٹا دل نہیں پھوٹا ہوا کاسہ ہے سائل کا

ترحم کی نظر سے دیکھ لینا سہل نسخہ ہی
مرے او کھڑے ہو دم کا۔ تو کھڑے ہو دل کا

یہ ہیں ناظر جو بیٹھے کر رہے ہیں تجھ سے نظر بازی
جھروکا جھانکنے کا ہی۔ جو روزن ہے مرے دل کا

وہ پردہ چھوڑ کے بیٹھے ہیں۔ کبھی پردہ ترا کھولو
بیٹھے ڈر کے پردہ کھل نہ جائے مضطر بسمل کا

سفینہ ڈوبنے والا ہی آجا حافظا خدا حافظا
امید بس ہو گئیں تو میری بیٹھی کنارے کی سائل کا

یہی ہے مال جو ارزاں۔ گراں نہیں ملتا
وہ روزہ عشق غم حسب وہاں نہیں ملتا

نشانِ نام تو اس کا کہاں نہیں ملتا
وہ اٹھا ہی کہ نام و نشاں نہیں ملتا

چھپا لو دامنِ رحمت میں روز حشر مجھے
مقام امن کہیں (الاماں) نہیں ملتا

سیکڑوں ہیں مکر روح کس جگہ ٹھہریں
مکان سیکڑوں ہیں۔ لامکاں نہیں ملتا

آئی آستانہ ترا سجدہ گاہِ اہلِ جہاں
مری جبیں کو ترا آستاں نہیں ملتا

ہے آرزو کہ ترا آستان ہو میری جبیں
مری جبیں کو ترا آستاں نہیں ملتا

ہم اپنے دیدہ و دل کو بھی کیا کریں لیکن
کہ تو یہاں نہیں ملتا۔ وہاں نہیں ملتا

مرض ہزار ہیں مرض کے علاج بے گنتی
کسی کو چارۂ دردِ نہاں نہیں ملتا

مصیبت آئے تو چپ چھپا لے۔ گلہ نہ کرے
زباں دراز بہت، ہیزباں نہیں ملتا

پڑے پڑے۔ یہ صدا یہی ہے غریب زمین
کہ مجھ سے جھک کے سر آسماں نہیں ملتا

کہاں یہ بندۂ ناقص۔ کہاں وہ حسن کمال
بیانِ حسن کو حسنِ بیاں نہیں ملتا

بڑھی ہے شوق میں کعبے کے بیخودی ایسی
پھر آئے چار طرف ہم پہچاں نہیں ملتا

کوئی مرے کہ جیے عشق میں۔ مگر آرام
نہ زمین و نہ آسماں نہیں ملتا

میانِ عالم ارواح و عالم اجسام
سراغ زندگیِ جاوداں نہیں ملتا

کسی کو خاک مٹائے گا کوئی تیری طرح
کہ خاک میں بھی ترا بے نشاں نہیں ملتا

یہ دیکھو۔ چپ نے کیا حالِ دل الم نشرح
بیانِ درد۔ اگر لا بیاں نہیں ملتا

کچھ ایسی خاک چمن میں اڑی کہ بجلی بھی
تڑپ رہی ہے۔ مرا آشیاں نہیں ملتا

تلاش شرط ہے۔ دل شرط۔ دل کی آنکھ ہو شرط
وہ کس جگہ نہیں ملتا۔ کہاں نہیں ملتا

سرِ سجدہ کا ارمان کس طرح نکلے
جبیں پٹکتی ہے سر۔ آستاں نہیں ملتا

سفر وہ ملکِ عدم کا ہے جس میں کوئی رفیق
بجز مسافرِ عمرِ رواں نہیں ملتا

پڑے پڑے ترے دیوانے تنکے ہی چنتے
کسی کو اپنا تنِ ناتواں نہیں ملتا

سوال سن کے وہ چپ ہیں، یہ گومگو ہے عجیب
جواب ان سے نہیں کچھ تو ہاں نہیں ملتا

یہ کیسی پھوٹی ہے تقدیر دیدہ و دل کی
کہ وہ عیاں نہیں ملتا۔ نہاں نہیں ملتا

قتیلِ ناز کو پہلے سے یہ نہ تھا معلوم
کہ خوں بہا سے سرِ کشتگاں نہیں ملتا

وہ خاک چوم سکیگا رکاب ناقہ سوار
جسے غبارِ پسِ کارواں نہیں ملتا

ہزار اون سے تصور میں کیجیے باتیں
مگر وہ لطفِ کلام و زباں نہیں ملتا

مسافرانِ عدم اس قدر سبک رو ہیں
کہ راہ میں قدمِ رفتگاں نہیں ملتا

بُرا ہو بیخودیِ فکرِ نظم کا حافظ
کہ ہم کو قافیۂ این و آں نہیں ملتا

خزاں کے دن بدل گئے۔ وہ روز ہے بہار کا
بہار وہ کہ جس کے گل میں نام ہو نہ خار کا

جو دل میں کھٹکے نیشِ غم۔ کرے وہ کام خار کا
جو سینہ داغ داغ ہو تو نام لالہ زار کا

بیانِ رزمِ شاہ میں نہ دیگی جب زبان کام
تو کلکِ دو زباں سے لینگے کام ذوالفقار کا

دلِ حزیں میں کیا نہیں۔ مگر کہیں پتا نہیں
شکیب کا۔ سکون کا۔ ثبات کا۔ قرار کا

گلِ کمال کے حضور۔ ریاضِ آل کے حضور
کھلے نہ پھولے وہ کبھی جو نام لے بہار کا

ہیں مستِ بادۂ علی۔ نہ ہوش آئیگا کبھی
ہمارا نشہ وہ نہیں جو نام لے اوتار کا

خدا کا شیر جب ذرا۔ حرم دکھا بپھر گیا
لیا ہزار دل بزدلوں نے راستا فرار کا

کھلی جو کاکلِ علی۔ ہے مشکبار بال بال
جو عقدہ ہے پڑا ہوا وہ نافہ ہے تتار کا

صفا دلی۔ جلائے دل۔ ہے گردِ راہ بوتراب
نہ دیکھے منھ پہ آئنہ کبھی کسی غبار کا

بلالیں مجھکو جیتے جی حضور روضے پہ الٰہی
نہیں تو اختیار کیا جہات مستعار کا

نجف کے شوق دشت میں مکان گور تنگ ہے
میں اپنے گھر پہ تنگ ہوں عذاب تنگنائے کا

چہل سے کے سور ہیں ہے آیہ ولیطیعون
وظیفہ رات دن وہ [illegible] وظیفہ خوار کا

گل ریاض مصطفےٰ کی مدح میں وہ فکر کی
عرق جو مجھکو آگیا وہ عطر تھا بہار کا

بلاؤ مجھکو ہند سے مزار پاک کے قریب
مزار کے قریب ہے جو ایک مزار کا

چھلکنے کے خطر میں ضعف سے ہے جام زندگی
لبالب اک پیالہ ہے وہ دست رعشہ دار کا

علی کا وصف ہاں اتنے علی کے حق میں آئے
علی ہی صاحب لواء و دلدل و ذوالفقار کا

تلاش و فکر ہے فضول حافظا اس زمین میں
کھلینگے پھول آپ ہی کہ وقت ہے بہار کا

خدا ہی والی اب تو ہے تمہارے بیقرار کا
نہ دل ہے اختیار کا نہ صبر انتظار کا

اگر نجف کے دشت میں گزر ہو خاکسار کا
ہوں کانٹوں کی سلائیاں تو سرمہ ہے غبار کا

ہے عرب کے سامنے خجل ہے چودھویں کا چاند
عجب کی تیرھویں ہے دل نسیم خلد زار کا

امیدوار ہیں ہزار امیدیں لاکھوں بیشمار
وہ توڑتے نہیں ہیں دل کسی امیدوار کا

نجف کے پھول داغ دل ہو لے [illegible]
میں کیا کروں نسیم کا میں کیا کروں دل بہار کا

بیچینگے معنی بلند اوج بو تراب کے
ذرا جو ابر تیرے دو مزاج خاکسار کا

علی کی مدح پاک کے ہزار نغمے یاد ہیں
وہ بلبل ایک میں ہوں جو کام ہے ہزار کا

نہ ہے علی مرتضیٰ وصی و نفس مصطفیٰ
امام جملہ اولیا وہ ہاتھ کردگار کا

جو لے کے گھر سے آئے تھے خدا کے گھر اوتر پڑے
بنا ہے مولد علی وہ گھر ہی کردگار کا

تھا سرنگوں ہوا تھا جو شہ کے دوش پہ سوار
وہ لب پہ بت اتارنا ہے کام اوسی سوار کا

امام ہیں دوازدہ سبھی تو واصل احد
اسی کے نام میں بھی ہے مادۂ ہشت و چار کا

بہار ہیں مرتضیٰ کے آگے پھول خار ہیں
چمن میں گل کا پھولنا شگوفہ ہی بہار کا

اسیر ہیں کنار میں کوئی نہ جانے پا سکیگا
غلام آل پاک کا اہمیت کبار کا

کریم کی حد بھی کوئی ہے کہ تین روز بھی پڑے
نصیب سائلان ہوا نوالہ روزہ دار کا

نجف میں روح قدس ہو نجف میں کھل کے ...
نہ قبر میں سوال ہو نہ خوف ہے انتشار کا

کسی کی شکل سامنے ہو میں کہوں کہ ہیں علی
نگاہ میں سما گیا ہے جلوہ ایک بار کا

کلام حافظ کہن ہو کیا پسند اہل فن
بدل رہا ہے روز روز رنگ روزگار کا

چھا گیا بزم طرب پر شب مہ کا سہرا
بزم کی بزم ہی اسکی ہے جو مہکا سہرا

میرا پیارا ۔ مرا نوشاہ ہے عبد الشافع
دیکھنا ۔ نفع سے خالی نہ رہیگا سہرا

دو گلزار الٰہی نوشہ سے شعاعیں جو اٹھیں
اپنے تاروں شعاعوں نے یہ گوندھا سہرا

کیا دلاویز ہے نوشاہ کے جامے کی مہک — اپنے جامے میں سماتا نہیں پھولا سہرا

کہیں اترا کے نہ یہ آپ سے باہر ہو جائے — ناپ میں ہے قد بالا سے دوبالا سہرا

بلبلیں ہیں کہ رقابت سے لڑی مرتی ہیں — اس کو لڑیاں کئے پھولوں کی کوئی سہرا

باغ باغ آج بھری بزم ہے دل ہی دل میں — اور ہر دل کی مسرت کا ہے نقشا سہرا

شوق آلودہ جبیں پر ہے گلوں کا یہ ہجوم — اب تو جھرنا ہے جبیں کا پھولوں کا میلا سہرا

بلکہ شوق کی رخ تک ہو رسائی کیونکر — رخ سے اٹھتا تو دکھائی نہیں دیتا سہرا

اپنے ہاتھوں سے بزرگوں نے لگایا پہلے — پیارے نوشاہ کا اس درجہ ہے پیارا سہرا

لوٹ لیگا بھری محفل میں نظاروں کی بہار — لوٹ لایا ہے بہار چمن آرا سہرا

عید کی عید سہاگ کی ہے مہک دید کی دید — پھول کے پھول تماشے کا تماشا سہرا

یہی کلیاں جو ہیں سہرے میں کھلینگی اک ساتھ — سر محفل کہیں مارے نہ قہقہا سہرا

ایک ہی راگ مسرت کا ہمیں آتا ہے — اور وہ وقت مسرت کے ہیں جلوا سہرا

تندرستی ہو تو مضموں بھی سوجھیں حافظ
جی تو اچھا نہیں کیونکر کہیں اچھا سہرا

ماہ نخشب سے قدر ہیں آنکھوں کے آگے بے حجاب — فضل رحمن آفتاب احمد میاں ہیں ماہتاب

فضل رحمن آفتاب اس پر اگر پوچھو دلیل — ہے یہ کافی آفتاب آمد دلیل آفتاب

ہے یہ روشن خلق پر کالشمس فی نصف النہار

پھر چھپے اطفالِ مکتب سے تو کہہ دینگے یہی

اب تو اس مصرع کا مطلب صاف روشن ہو گیا

تیرگی کا کام کیا راہِ طریقت میں رہا

مہر و مہ تو نام کے ہیں مہر و مہ سچ تو یہ ہے

رحمت اللہ۔ نعمت اللہ بھی ہیں دونوں جس طرح

واہ وا۔ کیا دونوں شاہد ہیں سے اس معنی کے ہیں

گھر میں ان دونوں کے جلوے سے دی ہی ہے روشنی

آفتاب و ماہ کیا ہیں۔ دو لبالب جام ہیں

آفتاب و ماہ کا ہے دور دورا رات دن

آفتاب اکثر رکھے وہ کریم ابنِ کریم

جیتے والے کہاں۔ ہم سے سال بھر کے تشنہ کام

خاک میں مل جائینگے ہم۔ تو ملیگا خاک لطف

میں شکنجے میں پڑا ہوں شامتِ اعمال سے

الغیاث اے فضلِ رحمٰں المدد یا مرشدی

پرتوِ نورِ نبی سے ہے منور آفتاب

پرتوے سے مہر کے ہے ماہ تاباں نور یاب

فضلِ رحمٰں آفتاب۔ احمد میاں ہیں ماہتاب

فضلِ رحمٰں آفتاب۔ احمد میاں ہیں ماہتاب

فضلِ رحمٰں آفتاب۔ احمد میاں ہیں ماہتاب

فضلِ رحمٰں آفتاب۔ احمد میاں ہیں ماہتاب

فضلِ رحمٰں آفتاب۔ احمد میاں ہیں ماہتاب

فضلِ رحمٰں آفتاب۔ احمد میاں ہیں ماہتاب

اب بھی ہیں گویا دہی دو آفتاب و ماہتاب

خوب رندانِ محبت میں سے چلے دورِ شراب

چاندنی پر لطف ہے۔ چلتا ہے دورِ آفتاب

خود ہی ساقی۔ دونوں آنکھیں جام۔ خود ہی آفتاب

لغتہ دل۔ شوریدہ سر۔ اوباش۔ رندانِ خراب

خاک میں ملنے سے پہلے ہو گئی مٹی خراب

زندگی کا ہیکو ہے۔ گویا ہے دنیا کا عذاب

واسطہ احمد میاں کا۔ اے بہیں صد لاکھ کی تاب

مر مٹا ہوں۔ مجھسے اب ہوتا نہیں صبر و شکیب
ناتواں ہوں، مجھ سے اٹھتا نہیں رنج و عذاب

تم تو پہنچے ہوئے۔ پہنچو ابھی فریاد کو
دے نہ جائے طاقت فریاد پھر مجھکو جواب

تم کو روشن ہے۔ گزرتی ہے جو مجھ پر آج کل
بات کہنے کی نہیں منہ سے۔ نہ کہنے کی ہے تاب

میں بڑی مشکل میں ہوں مشکلکشائی کیجیے
آپ کو اللہ نے دی ہے کلید فتح باب

روز و شب ہے یہ وظیفہ حافظِ مداح کا
فضلِ رحمٰن آنجناب احمد میاں کا آفتاب

ہے روز حساب سے بڑی رات
کٹتی نہیں کاٹے ہجر کی رات

ہو حشر کا دن کہ ہجر کی رات
ہوگا وہی دن بڑا، وہی رات

کس طرح کٹیگی ہجر کی رات
ہیں اک تنکا پہاڑ سی رات

تارے ہی گنا کرو دل سحر تک
آنکھوں میں کٹا کرے مری رات

صبح محشر ہے صبح جس کی
یا ہجر کی یا ہے گور کی رات

پیدا نہیں روز حشر کی شام
کٹتی نہیں طول ہجر کی رات

جنت میں کوئی نظر نہ آیا
کیا ہوگئے دن کدھر گئی رات

مجھ کو شب سے یہ کہنا
کٹ جائیگی کس قدر رہی رات

دم لینے کو ایک دم بہت ہے
کیوں ہجر کی ہوتی ہے بڑی رات

اک دوسرے سے نہیں کم و بیش | مہجور کا دن - مریض کی رات

شب کیسا کہوں - کچھ نہ پوچھ حافظ
جس طرح بسر ہوئی مری رات

آجاتے ہیں جب یاد کرم ہائے محمد | دل سے یہ نکلتی ہے صدا ہائے محمد
دلدادہ نبی کے وہ ہیں دلدادہ ہوں انکا | شیدا ہوں جو صد شوق سے ہیں شیدائے محمد
دل والوں سے پوچھے کوئی دیدار رخ پاک | کیا جانے کوئی رتبہ والائے محمد
کہتے ہیں اسے پیروی سرور عالم | اک خلق مجسم ہے سراپائے محمد
اک عمر احادیث کی خدمت میں گزاری | جب جا کے ملا آپ کو تمغائے محمد
یہ خیر ہے وہ خیر جسے کہتے ہیں جاری | جاری ہے ابھی خیر سے دریائے محمد
فردوس بریں کی یہ تمنا ہوئی پوری | اللہ بنا دے مجھے ماوائے محمد
میں اور جدائی میں کروں صبر کا دعویٰ | دل ہائے غم حوصلہ فرسائے محمد
ہے مشورۂ عقل کہ بہلایئے دل کو | اوس وقت کہ دل کیا ہیں جو یاد آئے محمد
ہمسے نہ غرض ہمکو نہ بینائے مطلب | ہم بندہ ہیں بندہ کی کنِ صہبائے محمد

آنکھوں کو عزیز اس لیے رکھتا ہوں میں حافظ
پھرتی ہے یہاں صورت زیبائے محمد

دعوت تھی جو محبوب خدا کی شب معراج
چھائی تھی زمانے میں تجلی شب معراج

چھائی ہوئی رحمت کی گھٹا تھی شب معراج
بجلی تھی گھٹا میں وہ تجلی شب معراج

اب کوئی شب بدر ہو یا کوئی شب قدر
دونوں سے فضیلت میں سوا تھی شب معراج

خالق کے خزانوں کی جو محفوظ تھی کنجی
خلوت میں وہ محبوب کو دیدی شب معراج

کیا جانیے کیا راز تھے محبوب و محب کے
خلوت میں ملاقات کی شب تھی شب معراج

محبوب نے اللہ سے کچھ اور نہ مانگا تو
اک بخشش امت کی دعا کی شب معراج

امت کے گناہوں کی بڑی فکر تھی دل پر
دی مژدہ رحمت نے تسلی شب معراج

کھنچی تھیں پڑی سجدہ شکرانہ میں حوریں
اللہ نے آنکھوں سے دکھائی شب معراج

ایک ایک ملک کی یہ دعا تھی یہ تمنا
رہتی یونہیں تا حشر الٰہی شب معراج

محبوب کو اللہ نے ہر چیز دکھا کر
محبوب کی تصویر دکھا دی شب معراج

بے مثال ہے قدرت کی یہ قدرت کا تماشا
کیا سیر و سفر میں ہوئی جلدی شب معراج

جب عالم ارواح نے کی ہوگی زیارت
حافظ کی بھی ارواح وہیں تھی شب معراج

آئے ہیں مغفرت کے خریدار صبح صبح
کتنا ہے گرم حشر کا بازار صبح صبح

تڑپا کیا ہوں ٹھنڈے ٹھنڈے سدھارے شب فراق
پھر ہو جمال پاک کا دیدار صبح صبح

پھٹکنے نہ پاس درد کا آزار شام تک
منھ دیکھ لے ترا جو یہ بیمار صبح صبح

نام خدا مزے میں کٹے دن پہاڑ سا
لے لے نبی کا نام جو بیمار صبح صبح

کیا خاک درد دل کے سوا نغمہ سنج ہو
قید قفس میں مرغ گرفتار صبح صبح

روضے کے صدقے ہوتی ہیں شب کو تجلیاں
افلاک سے برستے ہیں انوار صبح صبح

پیتے ہیں توبہ توڑ کے بے صرفہ رات بھر
کرتے ہیں توبہ اوٹھتے ہی میخوار صبح صبح

روضے میں جا کے آج خبر کردے اے نسیم
دم توڑتا ہے آپ کا بیمار صبح صبح

دل بجھ گیا بھر نہ جائے کہیں ساغر حیات
جام صبوح چاہیے سرشار صبح صبح

کرتے ہیں واہ واہ عوض آہ آہ کے
اوٹھنے سے پہلے آپ کے بیمار صبح صبح

حافظ ہماری اک شب غم کٹ گئی تو کیا
آزار سو ہیں درپے آزار صبح صبح

انھیں سے پاتی ہے برگ و ثمر شاخ
انھیں کے فیض سے ہے سبز تر شاخ

نبوت سب کو پہنچی ہے انھیں سے
وہی اک سلسلہ ہے شاخ در شاخ

نئی شاخیں بہت سی ہونگی پیدا
کٹیگی آرزو کی ایک اگر شاخ

تعلق سے اثر ہوتا ہے پیدا
چڑھا دیکھو قلم خود باندھکر شاخ

ملے کس سے اگر اپنوں سے چھوٹے
کہاں جائے شجر سے ٹوٹ کر شاخ

بناتے ہیں نشیمن مرغ جاں کا — درخت روضہ کی ملتی اگر شاخ
اوسی کو چھانٹ ڈالا باغباں نے — نشیمن کو جو تھی مد نظر شاخ
کہاں نخل سخن ایسا کہ جس میں — ثمر کا سے سے نہ نکلے عمر بھر شاخ
جگہ خالی نہ تھی مرغ نظر کی — بھری چڑیوں سے تھی جو روپہلے شاخ
اسے تعظیم کا کرتے ہیں سجدہ — جھکی ہے جانب روضہ جو ہر شاخ

اگر فیض سخن ہوتا نہ حافظ
پھلی پھولی نظر آتی نہ ہر شاخ

مصطفیٰ پہ ہزار بار درود — آپ پر درود اور سو ہزار درود
پڑگئی ہے زبان کو یہ چاٹ — کہ پڑھے جائیے بار بار درود
بے شمار اک درود کا ہے ثواب — ہاں پڑھے جاؤ بے شمار درود
اللہ اللہ ہو دل کا ذکر خفی — اور لب پر ہو آشکار درود
اور باتیں ہیں سب بہار خزاں — اور ہے بے خزاں بہار درود
عشق ہونے کے زخمیوں کو ہے — مرہم سینۂ فگار درود
قبر میں جا کے یہ کھلا عقدہ — ہونے دیتا نہیں فشار درود
لائیں چادر کہاں سے بہر مزار — ہم سے لگے کریں نثار درود

تاجدارِ مدینہ کو ہے پسند — کیا ہی موتی ہے شاہوار درود
نافعِ جہانِ بیقرار سلام — دافعِ فکر و انتشار درود

کیا مزہ ہے کہ جی نہیں بھرتا
پڑھے جیسے حافظ جو لاکھ بار درود

نعت لکھ کر سیہ کیا کاغذ — ہم کو سادہ جو مل گیا کاغذ
لے اُڑ گئی ہوا شفاعت کی — میرے اعمالنامے کا کاغذ
شوقِ دیدار پتلیوں نے لکھا — پردۂ چشمِ شوق تھا کاغذ
صاف کیا لکھیں نعت کے اشعار — خامہ فرسودہ ملگجا کاغذ
ہے یہ تیر سے گرے پڑے کو ادب — کہ اٹھانے سے گر پڑا کاغذ
دل ہی بس شوق دل اُٹھا رکھا — نہ رہا سادہ جب ذرا کاغذ
خود غلطیہ ہوں۔ خود اُڑ جاؤں — ہو سکے لاغر۔ پر لن ہوا کاغذ
نعت کا حرف بھی نہ لکھا تھا — کہ خوشی سے اُچھل پڑا کاغذ
نامۂ شوق ناتمام ہی تھا — آپ ہی آپ اُڑ چلا کاغذ
کس قدر جلد یہ غزل لکھی — یا قلم جانتا ہے یا کاغذ

شعر لکھا نہ کام کا حافظ

مفت ہم نے سینہ کیا کاغذ

رکھیے نگاہ صنعت پروردگار پر — نقش و نگار پر ہو کہ نقش نگار پر
صدمہ ہے یا نزول بلا خاکسار پر — اک آسماں ٹوٹ پڑا ہے غبار پر
ہو آفتاب یا شرف آفتاب ہو — ترجیح کب ہے نقش کف پائے یار پر
اُن کے شہید ناز کا سمجھو کہ ڈھیر ہے — دیکھو چراغ کشتہ جو خاک مزار پر
طیبہ کو اڑتے جائینگے پلّا پڑا کبھی — دو پاؤں فرط شوق میں ہیں یا دو ہزار پر
میقات کا تو قصہ پرانا ہوا کلیم — جلتی ہے شمع طور نبی کے مزار پر
اب میکدہ سے جائیں کہاں اُٹھ کے بادہ خوار — بیٹھے ہوئے ہیں رحمت پروردگار پر
روضے کی شمع جلتی ہے۔ پروانے گرتے ہیں — جانیں نثار ہوتی ہیں اک جاں نثار پر
گھر بیٹھے چپکے چپکے اکیلے بھی روئے ہم — پہنچی خبر حضور کو اشکوں کے تار پر
جینے کا اعتبار۔ نہ مرنے کا اختیار — مجبور اس قدر تو ہیں اس اختیار پر

ثم البدل طلا جو خزاں ہو گئی بہار
حافظ ہزار شکر۔ خزاں ہے بہار پر

رونا یہ ہے کہ ہنستے ہیں سب بیقرار پر — ہے اختیار کیا دل بے اختیار پر
آئیگی اور کوئی بلا خاکسار پر — سر پر غبار اور فلک ہے غبار پر

اک ہاتھ سے اشارہ کہ بس۔ اب نگر فغاں
اک دستِ ناز میرے دلِ بیقرار پر

پیری میں یوں چھلکنے کو ہے ساغرِ حیات
لبریز جام جیسے کفِ رعشہ دار پر

دیدار ہو نصیب قیامت میں یا نہ ہو
ہم کو تو لو لگی ہے کسی اعتبار پر

باتیں بھی کیں گپیں بھی سنائیں چہل بھی کی
آئی نہ بیقرار طبیعت قرار پر

کھایا جو ایک تیرِ نگہ۔ لوٹ ہی گیا
دل سے تو صبر ہو نہ سکا ایک وار پر

آؤ تو رونے والے کی آنکھوں کے سامنے
ناچیں گی پتلیاں ابھی اشکوں کے تار پر

دل بیقرار ہو کے گراتا ہے بجلیاں
ہیں بجلیاں بھی لوٹ دلِ بیقرار پر

ساقی ترے بغیر۔ خدا کا تو ذکر کیا
پانی بھی ہے حرام ترے بادہ خوار پر

کہنا پڑا انہیں بھی کہ ہاں اب تو ہے قرار
پوچھا جو ہاتھ رکھ کے دلِ بیقرار پر

آئی کبھی ہنسی۔ تو ہنسی پر بھی رو دیا
پھر ہنس پڑا ہیں گریۂ بے اختیار پر

حق بات تو وہی تھی جو منصور کہہ گیا
حق بات وہ کہے جسے کھنچنا ہو دار پر

وحشت عرب میں کیوں نہ مجھے حافظ آئے رشک
سوتا ہوا ملے جو کوئی فرشِ خار پر

فدا ہوتے رہیں یوں چشم و گوش اللہ کے گھر پر
اذانِ کعبہ پر ہوں کان میرے۔ آنکھ ہو در پر

جگہ تربت کی مل جائے کہیں روضے ہی کے در پر
رہا جس آستاں پر سر رہے وہ آستاں سر پر

خداوندا! ترا دیدار کیسا ہے۔ جسے تو نے
چھپا رکھا ہے دنیا میں۔ اوٹھا رکھا ہے محشر پر

نگاہ شوق آنکھوں سے نکلنے ہی نہیں پاتی
بدلتے رہتے ہیں اشکوں کے پہرے دیدۂ تر پر

کہیں ٹوٹے کوئی گھر۔ نام ہو بدنام رونیکا
اوٹھائے جاتے ہیں طوفان میرے دیدۂ تر پر

حدیث من رآنی قد رأی الحق کا کھلا عقدہ
نظر آیا ہمیں ظاہر۔ نظر ڈالی جو مظہر پر

غم مکہ۔ غم بطحا۔ غم طیبہ۔ غم روضہ
الٰہی! کیا پڑی ہے بھیڑ میری جان مضطر پر

مزہ پاس نفس کا۔ زندگی کا۔ جان دینے کا
یہ سب کچھ منحصر ہے اک خیال روح پرور پر

بلا لو مجھکو خدمت میں تو حاضر ہوں سر آنکھوں سے
قدم رنجہ کرو تو میری آنکھوں پر۔ مرے سر پر

جنوں کی دھن میں۔ دامن بھی نہ چھوڑا آستینیں بھی
پڑا رہنا کہاں تک بار رکھکے رووں دیدۂ تر پر

ہماری گور پر افسردگی نے چادر کی چھائی
پڑی ہے اوس شبنم کے عوض پھولوں کی چادر پر

تجلی جلوہ ہے دل میں۔ جھلک جلوے کی آنکھوں میں
جو دل والے ہیں۔ اون کے گھر تصرف ہے گھر کے باہر پر

نظر ہو سجدہ گہ پر۔ اور ہوں آنکھیں تصور کی
مصلّائے نبی پر۔ مسجد و محراب منبر پر

ہمارا درد سر پتھر ہی سے کافور ہو جاتا
یہ دیوانے ہیں۔ جو لاتے ہیں صندل گھس کے پتھر پر

ستانے سے تو مٹ جائیں مگر ٹلتے نہیں ٹلتے
پڑے رہتے ہیں صورت نقش قدم آپ کے در پر

اسے تسکین کیا اور سوز پنہاں۔ کیا کرے حافظ
لگی رہتی ہے چادر آنسوؤں کی شب کو بستر پر

کہاں سے آئے مرقد میں وہ آسائش جو تھی گھر پر
یہاں بستر ہی تکیے ہیں، وہاں تکیہ تھا بستر پر

خدائی بھر گھسے جاتی ہے پیشانی کسی در پر
ملا ہلکا سا اک بوسہ بھی کیا بھاری ہے پتھر پر

چمن میں جتنی چڑیاں ہیں تجھی کو یاد کرتی ہیں
دعا عاشق ہے کوئی گل پر نہ شمشاد و صنوبر پر

مریضِ غم کی خدمت پہ تپش ہے۔ ناتوانی ہے
اٹھاتی ہے وہ بستر سے۔ لٹاتی ہے یہ بستر پر

سبق دیوانگی کا ہمکو قدرت نے پڑھایا ہے
یہ موجوں کی لکیریں کھینچکر پانی کی چادر پر

تعالی اللہ زہے نقاش صلی اللہ نقش اوسکا
بنا کر آپ آئے ہے پیار آگیا پیکر کو پیکر پر

جو کپڑے ہوگئے ڈھیلے۔ اتارے دستِ وحشت نے
قبا عریانی تن کی ٹھیک آئی جسم لاغر پر

بلالِ پاک کو وردِ زباں ذکرِ الٰہی تھا
لٹائے جاتے تھے جب دھوپ میں وہ گرم پتھر پر

چلا ہوں اس قدر بارِ گنہ لیکر میں دنیا سے
اکیلا ہوں میں بھاری سب گنہگارانِ محشر پر

لرز جاتا ہے میرا دل جو سنکر نام محشر کا
تو آنکھیں کہتی ہیں دیدار ہے موقوف محشر پر

ہوئے پامال ہم اونکی گلی میں خندہ پیشانی
ملے گو خاک میں لیکن نہ آیا بل تیور پر

خرامِ ناز کی جو قدر۔ جو قیمت ہو تھوڑی ہے
ہم اپنا سر لگاتے ہیں خوشی سے ایک ٹھوکر پر

وہ اتنا سنتے ہی اے کاش حجرے سے نکل آتے
گدا کے ساتھ ہے آواز بھی بیٹھی ہوئی در پر

تمھارے بیقراروں کی کٹا کرتی ہیں یوں راتیں
اٹھے اٹھکر پھرے پھرکر تھکے آ لیٹے بستر پر

سفیدی آگئی بالوں پہ تو حافظ ہمکو ہوش آیا

کھلی کب آنکھ سوتے سے کہ جب دھوپ آگئی سر پر

یوں چھپا لیتے ہیں رونا۔ رونے والے ناگزیر
آگیا جب کوئی آنسو۔ پونچھ ڈالے ناگزیر

ہم ہیں ننگے پاؤں۔ کانٹے چبھنے والے ناگزیر
پھوٹ کر رو دیں نہ کیوں تلووں کے چھالے ناگزیر

محشرستاں ہو گئی محبوب کی یا فتنہ خیز
ہم کو جانا۔ کیا اندھیرے کیا اجالے ناگزیر

درد سے دل کا تڑپنا۔ اونکی محفل کا ادب
بیٹھے ہیں ہاتھوں سے تھامے دل سنبھالے ناگزیر

روز کہتا ہے۔ عریضہ اب لیے جاتا ہوں میں
روز سننا نامہ بر کے ٹالے بالے ناگزیر

باریابی غیر ممکن۔ دل یہ کہتا ہے چلو
روز کرنا پڑتے ہیں حیلے حوالے ناگزیر

اس سے بڑھکر موت کیا ہوگی کہ موت آتی نہیں
زیست کے دن بھر رہے ہیں مرنے والے ناگزیر

یا نبی امیدوارانِ شفاعت آئے ہیں
اپنے اپنے سر گریبانوں میں ڈالے ناگزیر

کام مرہم کا تبسم کی اداؤں نے کیا
ہنس کے مرجھا گئے دل کے زخم آلے ناگزیر

پھانکنے کو اوس گلی کی خاک بھی پاتے نہیں
بیٹھے ہیں ہم حسرتوں پہ خاک ڈالے ناگزیر

بندگی بیچارگی۔ بندے کا بس کیا چل سکے
جو خدا کا ہو وتیرا۔ سر پہ اوٹھالے ناگزیر

درد دل میں اپنے بس تک ہم نے منہ سے اف نہ کی
ضبط جب ٹوٹا تو نکلے دل سے نالے ناگزیر

قدردانی اوٹھ گئی دنیا سے۔ کرتا قدر کون
ہم رہے ناقدردانوں کے حوالے ناگزیر

درد دل کیا نظم ہوتا۔ چند لکھے ہیں یونہیں
ایک دو ہیں چند آہیں چند نالے ناگزیر

رو سے رفتن - پائے ماندن - کچھ بھی ہے اٹھا فقط
آستانِ پاک پر بستر جمائے - ناگزیر

دیکھنے کا تو وہ بیمار ہے - لاغر ہو کر
جو پڑا ہے شکنِ چادرِ بستر ہو کر

واسطہ عشق کے صدموں سے پڑیگا دل کو
بنکلے شیشہ رہے سینے میں کہ پتھر ہو کر

بھول کر بھی کبھی پہلو سے نہ باہر ہونا
اور جو کچھ نہ سہی ہیا دلِ مضطر ہو کر

نامہ بر مرغِ مراد خبر سے آئے زندہ
اشک آنکھوں سے گرے خونِ کبوتر ہو کر

غم تو ہے ساتھ مرے دم کے مگر جب ہے مزہ
پھانس غم کی رگِ جاں میں رہے نشتر ہو کر

ہم تو سمجھاتے ہیں - کر ترکِ محبت اے دل
آ گئے تو چلانے ترا کام - جو بہتر ہو - کر

میری آہوں کا دھواں - دل سے نہ نکلے یارب
رہے دل ہی میں وہ گیسوئے عنبر ہو کر

عشق کی برقِ شرر بار کا ہے یہ صدقہ
اک شرر ہم کو ملا ہے دلِ مضطر ہو کر

سادہ ہے لوح بیے پر جامہ عریانی فقیر
خوشنما ہو گا کبھی روز مشجر ہو کر

ضبطِ وحشت جو کرے بھی تو کہاں تک کوئی
گردشیں پلٹی پھر لیں پا دل - جو چکر ہو کر

ہے فنا اصلِ بقا - اور بقا وصلِ خدا
کیا کریں ہو سکے - شر ہونے کے برابر ہو کر

منہ بھی میخانے کو ہم اے دلِ پرخوں کریں
کام آجائے اگر تو مے و ساغر ہو کر

آج دامن بھی نہیں - دستِ جنوں کا صدقہ
خاک میں اشک ملے جاتے ہیں گوہر ہو کر

جذبۂ شوق تو دیکھو۔ دمِ مرگِ عاشق
اوڑ چلا طائرِ جاں روضے کو۔ بے پر ہو کر

حضرتِ دل کبھی تڑپے۔ کبھی اوچھلے کودے
اور تو کچھ نہ ہوا آپ سے۔ مضطر ہو کر

زیست بے لطف ہے جبتک نہ ملے خطِ وصال
موت ہے ہجر جو ہو وصل میسر ہو کر

دردِ دل کی ہے چمک یا کوئی بجلی کی تڑپ
ہوک جو اٹھتی ہے پہلو میں نہ تو اخگر ہو کر

سرِ شوریدہ مرا شوق سے ہر دا شکستہ کرے
پہنچے صدمہ جو کوئی آپ کی ٹھوکر ہو کر

قید خانے سے نکلنے نہیں دیتا گردِ دل
گھیر رکھا ہے مجھے گنبدِ بے در ہو کر

وہی اک چال ہے جو کرتی ہے سب کو پامال
کبھی فتنہ۔ کبھی ہلچل۔ کبھی محشر ہو کر

اوس کا مرنا نہ ہو کیوں طرفہ تماشا حافظ
جس کا جینا رہے مرنے کے برابر ہو کر

بیخودی! سوچ رہا ہوں یہی ششدر ہو کر
آگے جاتا ہے کدھر آپ سے باہر ہو کر

اونکی تصویرِ خیالی بھی تو ماشاء اللہ
جان کا کام کیا کرتی ہے پیکر ہو کر

اپنی آنکھوں سے ہیں آنسو مجھے آنکھوں کے عزیز
یہ گناہوں کو چھپا لیتے ہیں چادر ہو کر

مست کرنے کو ہیں مستی بھری آنکھیں کافی
وہی ساقی۔ وہی صہبا۔ وہی ساغر ہو کر

وہ کھنچی ہیں جگر و دل میں اوتر جاتی ہیں
کبھی چھریاں۔ کبھی نشتر۔ کبھی خنجر ہو کر

ٹکٹکی میں ہوں در انتظارِ وقتِ دیدار
پلکیں آنکھوں میں کھٹکنے لگیں نشتر ہو کر

نہ تو آتا ہی نظر تھی ۔ نہ پڑھا جاتا ہے — کتبۂ لوحِ جبیں حرفِ مقدر ہو کر

یہ بصیرت کی ہے خوبی کہ نظر کی غلطی — ہم کو ظاہر وہ نظر آتے ہیں مظہر ہو کر

کوچۂ عشق میں ۔ نقشے جو پڑے سوتے ہیں — وہی فتنے ترے اٹھا کرتے ہیں محشر ہو کر

بے حقیقت ہوں نہیں کہا جاتا لوٹی اون کی — مگر اتنا کہ وہ آئے ہیں پیمبر ہو کر

آنسوؤں کا وہ چمکنا ۔ وہ چھلک کر ڈھلنا — وہ چھلکتے وہ ڈھلکتے ہوئے گوہر ہو کر

رنگ نور کا تصور نہیں جاتا دل سے — رہ گیا آئینہ کا آئینے میں گھر ہو کر

لے چلے دل کو وہ ہم دل کے ہیں پیچھے پیچھے — دلربی کی بھی صفت اون میں ہے دلبر ہو کر

جب عرب کر گئے ہم ۔ سامنے تھا بخت اپنا — اور پلٹے بھی تو اپنا ہی مقدر ہو کر

ہائے بلبل کی ہے یہ پھول کی ۔ ہو غنچے کی — حسن کی جلوہ گری پردے کے اندر ہو کر

پہلے ملنے کی بہ نیت دل کی تھی پسند — اب وہ کہتے ہیں ۔ ملو آپ باہر ہو کر

الاماں ۔ کیسی اندھیری شب تنہائی تھی — در و چمکا ۔ مری تقدیر کا اختر ہو کر

روح فرسا ہے جو وہم ہے ۔ نہیں کاٹے کٹتا — سانس چلتی ہے مرے سینے میں خنجر ہو کر

بزم میں گرم رہی ۔ ورنہ مجھ تک آیا — پھیر میں پڑ گئی قسمت مری ساغر ہو کر

داد و گیر صفت محشر میں بھی پہرا نہ گیا — بچ گیا دامن تر آنسوؤں سے تر ہو کر

دیکھنا ہو یہ تماشا ۔ تو دکھا دے تم کو — ایک اک عضو بدن اک دلِ مضطر ہو کر

مانع راہ اگر زائروں کی ہو کثرت
پاؤں کیوں چل نہیں دیتے مرے سر پر ہو کر

مستیِ عشق میں اتنا تو ہو جوش اے حافظ
خون دوڑے سگِ پاسبانِ در پہ ہو کر

معینِ دین و حبیبِ خدا غریب نواز
ولیِ ہند ہو تم یا خدا غریب نواز

ہے ایک تیری ہی سرکار یا غریب نواز
غریب دوست، غریب آشنا غریب نواز

اب اور دھکے کھانے جاتے کہاں ترے در سے جیتے جی
یہ خستہ حال، یہ بے بس ہے یا غریب نواز

نصیب کیوں نہیں در پر ترے جبیں سائی
مرے نصیب میں لکھا ہے کیا غریب نواز

جو تم نہ چاہو تو پتا بھی کوئی ہل نہ سکے
بندگی ہوئی ہے تمہاری ہوا غریب نواز

ترے غریب گدا کی بھی ہے ایک صدا
بڑا غریب ہے تیرا گدا غریب نواز

تو کچھ اور نہیں جز ترے در یوزہ
ترا گدا ہے ترا بے نوا غریب نواز

بڑوں کی بات بڑوں ہی کو خوب ہے معلوم
بڑا غریب ہوں میں تو بڑا غریب نواز

غریب ہوں میں غریبی مری تجھے ہی غریب
کریم آپ خطاب آپ کا غریب نواز

پڑے ہیں خلق میں جیسے غریب بے گنتی
نہیں غریب نواز آپ سا غریب نواز

پکڑتے ہیں ترا دست ہاتھ پھیلائے
کہ دیدو ہاتھ اٹھا کر دعا غریب نواز

جو کھاتے پیتے نظر آتے ہیں دنیا میں
وہ کھاتے پیتے ہیں تیرا دیا غریب نواز

غریب کا تو غریبی سے دل ہی ٹوٹا تھا
نبیؐ کو نام ترا سن لیا غریب نواز

مرے نصیب پر حق نے لکھا کہ ہو یہ غریب
مرے نصیب سے تم کو کیا غریب نواز

بڑی بڑی ہے مری خوش نصیبی اے حافظ
کہ میں غریب ہوں خواجہ مرا غریب نواز

اے غربت کی بندھی ہوئی ہے آس
کیوں ہو پھر کثرت گنہ سے ہراس

ہاتھ پھیلا رکھے ہیں کب خالی
ایک میں شیشہ۔ ایک میں ہے گلاس

ہے کرامت سمجھ سے باہر ہے
ہے سبب ہے سبب کے خلاف قیاس

چاہتا ہے حضور نے طلب۔ نماز
سیکڑوں دعیان سیکڑوں سواس

خواہش ہیں لاکھ دیکھئے تشنۂ دید
اور سے بھی کہیں بجھی ہے پیاس

آپ ہیں آپ۔ اور گل پھر گل
کب ہے گل میں آب و رنگ و بو باس

غنچہ۔ خاموش ہے دہن سے حضور
چہرہ گل۔ تھا سامنے آگئے اداس

جیتے ہیں آپ کے سہارے سے
خضر و ادریس و عیسیٰ و الیاس

سنئے وہ میرے نالہائے فراق
دور کیا ہے۔ مجھے بلا لیں پاس

اوڑھی کملی کے سیکڑوں ہیں فقیر
وہ جو کملی حضور کا ہے لباس

خیر ہے۔ کچھ تو کہیے اے حافظ
آج ہو کس لیے اداس اداس

ہوگئی سہل یہ غزل حافظ

شکر صد بار اے اکبر بار سے پاس

مفت کے ہیں پاسبانِ میفروش
رند مشرب رہزنانِ میفروش

سب بلانوشوں نے کلمہ پڑھ لیا
ہوگیا آج امتحانِ میفروش

صبح تڑکے گھر سے اٹھ کر چل دیا
دیکھ لی جس نے دکانِ میفروش

ایک دن کر دے اگر مے کو سبیل
اس میں کیا ہوگا زیانِ میفروش

رند مشرب بھولنے والے نہیں
ہر زباں ہے داستانِ میفروش

سہو کے سجدے ادا ہو جائینگے
مل تو جائے آستانِ میفروش

ہیں دکانیں تو بہت بازار میں
کام کی ہے اک دکانِ میفروش

جب چڑھا نشہ تو رندوں پر کھلا
کس قدر اونچی ہے شانِ میفروش

پیتے ہیں چھپ چھپ کے کیسے پارسا
ہیں خریدارِ دکانِ میفروش

کوئی بوتل کم ثریا سے نہیں
کیا ہی اونچی ہے دکانِ میفروش

اب تو واعظ صاحبِ سجادہ نشیں
کرچکے رہن اپنا دکانِ میفروش

خالی نہ جائیگا ترے سب کا نصیبا
ہر درد لا دوا کے لیے ہو دوا شفا

کس کام کا خلوص جو ہو نام کا خلوص
ہر کام کا خلوص اگر ہو نرا خلوص

اک دین ہو تو کوئی کرے شکر بھی ادا
خالق نے دل دیا مجھے۔ دل کو دیا خلوص

کلمہ تو منھ سے پڑھتے ہیں۔ دل میں آپ نہیں
ایمان کہو۔ یہ ہے ایمان یا خلوص

لڑتے تھے جو کیا اوکھیں شیر و شکر بہم
جس نے ملا دیا۔ وہ حقیقت میں تھا خلوص

ہو جا نماز پاک، مصلّی ہو، قبلہ رو
اعضا جو باوضو ہوں تو نیت ہو با خلوص

اجزا بہت ہیں جسم کے اس کا خلاصہ دل
دل آئینہ ہے۔ آئینے کی ہے صفا خلوص

دل آئینہ ہے کب کہ صفا بھی جلا بھی ہو
دل کی صفا خلوص ہے۔ دل کی جلا خلوص

آئینہ آئینہ ہے جو ہو زنگ سے بری
دل آئینہ ہے۔ دل میں جو ہو بے ریا خلوص

سجدہ بڑھا ہوا تھا قیام و رکوع سے
سجدے میں تھا جو سب سے مزیدار تھا خلوص

حافظ ادب کی نذر۔ ادب کی کرو نیاز
جس کا کرم نیاز ہے جس کی عطا خلوص

اور کیا جلوہ دکھانے سے غرض
ہم کو دیوانہ بنانے سے غرض

سن تو لیں وہ، پھر اٹھے یا نہ ہو
ہم کو اپنا دکھ سنانے سے غرض

درد کی شدت ہو۔ روتا ہو لہو
زخم دل کو مسکرانے سے غرض

گھر ہے اپنا، ٹوٹا پھوٹا ہی سہی
ان کو دل میں آنے جانے سے غرض

چل دیے گھر سے جدھر منہ اٹھ گیا
تجھ کو کیا ماتم منانے سے غرض

اب چمکتی بھی نہیں بجلی کہیں
تھی ہمارے آشیانے سے غرض

بادل کوئی جھلکی دکھا بھی دیں تو کیا
ہو غرض چھپنے چھپانے سے غرض

پڑ گیا ہوگا کہیں دھوکے میں بادل
اور کیا ٹھوکر لگانے سے غرض

چھپ کے بیٹھا گدا کو صبح و شام
اور ان کے در پہ بانگ لگانے سے غرض

سب وہ جائیں کیوں [illegible] سے مرشد
جب تمہیں کو ہو ستانے سے غرض

آج تو حافظ استاد کچھ کلام
کیا لکھے ہے کیا پڑھانے سے غرض

[illegible] اور شکوہ قسم و درد و الم غلط
غم کو بھی ہو نہ شغل تو کیونکر ہو غم غلط

ہم نام ہیں کہ تو ہو تم [illegible] وہ حد ہو
ہم تو ملو ہو تم ہو مگر کہیں کس کہ ہم غلط

اک ہر [illegible] کہ ہر [illegible] و [illegible]
اک ہی تیرا وجود کہ جس کا عدم غلط

اک ہو ترا وجود کہ اپنا کیف [illegible] نہیں
اک ہے تیرا وجود کہ ہو کیف و کم غلط

مطلب شعر [illegible] عشق سے [illegible]
[illegible] سے مراد [illegible] صنم غلط

تم دوست اور [illegible] کشتی میری [illegible]
[illegible] نفس [illegible] فیح غم غلط

نشے کی بات [illegible] کوئی [illegible]
[illegible] ہے تو کشتی ہے کم غلط

مقصود حرف شکوہ سے ہے زینت سخن | ورنہ ہوتا گوارا نہ مرا درد و غم غلط
ہیں ہم گناہگار کرم کے امیدوار | ان تار دل کو اور امید ہے کہ [illegible] غلط
ہو قبول اون کی خوشی پہ منحصر | جنت فضول اس میں ہے جو اے نسیم [illegible]

تم قافیہ ردیف غلط کرکے اختیار
[illegible] نسیم کہ ہو جا تم غلط

رکھ کو جاتا ہوں میں خدا حافظ | ہے سفر میں خدا مرا حافظ
ہیں ہوں قرآن پاک کا حافظ | اور قرآن ہے مرا حافظ
چھوڑ لیتے کا نہیں ہیں یاد کسی | ہے خدا میری یاد کا حافظ
چپ رہو سن لو کرائی کچھ تو کی | بخش دو [illegible] کیا سا حافظ
[illegible] مرتی اسی سے ہے | [illegible] نسیم ہے مری [illegible] حافظ
کر ہے فکر دل کی رنج میری بلا | میری فکر میں پڑا کیا بلا حافظ
دل میں بیٹھی ہو گھر کیے اپنا | اون کی [illegible] حافظ
[illegible] سفر [illegible] کا | [illegible] کیا کیجا حافظ
[illegible] | [illegible] ہے یا حافظ
ایک ہی بات ایک ہی [illegible] | کیجیے اک بیک [illegible] یا حافظ

حیف یہ عمر اور یادِ بتاں
کیجیے اب خدا خدا حافظ

کون کرتا ہے کسوں کی اطلاع
آپ سے آپ اون کو پہنچی اطلاع

اے صبا روضہ میں میری اطلاع
اطلاعوں میں ہے کوئی اطلاع

کیا عدم کیا بود کیا غیب و شہود
حق نے سب کچھ اون کو دی اطلاع

ذرہ ذرہ پتا پتا بوند بوند
ہے نبی کو اتنی اتنی اطلاع

کس کا مکان اور کیا لامکان
اون کو سب ہے اگلی پچھلی اطلاع

سب سے پہلے اوس کی باری آئیگی
سب سے پہلے ہوگی جس کی اطلاع

یہ مری تقدیر ہے یہ اوس کا نصیب
مجھ سے پہلے پہنچی میری اطلاع

ڈھونڈھتی ہے اون کو امت حشر میں
اون کو ہے ہر امتی کی اطلاع

آپ نے پایا کہاں سے علمِ غیب
آپ کو اللہ نے دی اطلاع

بیخودی سے پوچھیں کیوں اپنا پتا
بیخودی کو ہو جو اپنی اطلاع

نزع میں ہوں اور اون کو یاد ہوں
دے رہی ہے مجھ کو ہچکی اطلاع

اک ذرا پردہ اوٹھا کر اے صبا
دیدے میری حاضری کی اطلاع

لامکاں تک وہ تو ہیں پہنچے ہوے
اون کو پہنچی میری پہنچی اطلاع

پر لگا کر شوق کے ۔ ہم اوڑ ۔ چلے
مل گئی رستے میں جاتی اطلاع

میں ابھی رستے میں ہوں بے بال و پر
اوڑلی اوڑلی اون کو پہنچی اطلاع

اب تو حافظ چھپ گئی روضے کی بھیڑ
ایک میں ہوں ۔ ایک میری اطلاع

ہے روضے کی بو سے معطر دماغ
عجب کیا ۔ اگر ہو فلک پر دماغ

نبی کے کھلے گیسوئے عنبریں
بس اب ہے بنے وسے مشک اذفر دماغ

بڑا بھائی جو مصطفےٰ کو کہے
وہ عاقل نہیں ہے ۔ وہ ہے خر دماغ

ہے بو سے نبی پر فدا بوئے گل
نہ پہنچا نہ پہنچے اسے ہمسر دماغ

پہنچے ہیں جو اوس سرزمیں پر فقیر
نہ کیونکر ہوا اون کا فلک پر دماغ

ملی روضے کی بو مجھے جیتے جی
ملیگا نہ اب زندگی بھر دماغ

ہے اک عرش پیما کا سودا مجھے
نہ ہے عرش اعظم سے کمتر دماغ

رہے جس میں تیرا ہی سودا بھرا
وہ ہے سب دماغوں سے بہتر دماغ

لکھے کیا صفت شعلہ حسن کی
کرے کیا سخنور جلا کر دماغ

ابھی تک ہے باقی طوافوں کا وجد
ابھی کھائے جاتا ہے چکر دماغ

گھڑی بھر میں حافظ یہ کہ لی غزل

ابھی کام کا ہے مقرر دماغ

ایک تیرا رنگ وہ چاروں طرف
تو ہی تو ہے۔ تو ہی تو چاروں طرف

میری قسمت کا نہیں اک گھونٹ بھی
رکھے ہیں جام و سبو چاروں طرف

ایسا ہر آئینے میں وہ پرتو فگن
ایک سے ہیں پشت و پیش چاروں طرف

چار سو ہے آج ان کے دیوانوں کا جوش
گونجتی ہے ایک ہو چاروں طرف

آج پھر کرتا ہوں میں نذر جنوں
کر کے دامن میں رفو چاروں طرف

اوس کے دیوانوں کو پکڑو۔ باندھ دو
غل یہی ہے کو بکو چاروں طرف

جو نہ جانے وہ کسے ہو کا مقام
ہے منور قصر ہو چاروں طرف

بند آنکھوں پر بھی صورت آپ کی
ہے نظر کے رو برو چاروں طرف

وہ جہت سے ہیں بری۔ ملتے کہاں
کر چکے ہم جستجو چاروں طرف

ہیں ندیدے دیدے اون کے رنگ کے
ہے مہکتی جن کی بو چاروں طرف

کہتے ہیں حافظ صفیں تھیں بیشمار
دست بستہ۔ باوضو۔ چاروں طرف

اب تو اوٹھ جائیں یہ پردہ ہائے فراق
اب تو صدمے فراق کے ہیں شاق

ہم ہیں گھر جی پڑا ہے طیبہ میں
اس کو کہتے ہیں جان و تن کا فراق

اب کہاں جائے شوکتِ اسلام — الاماں، یاس حجاز و عراق

دیکھیے، کس کی آرزو نکلے — ایک دل، وہ ہیں دیدۂ مشتاق

جان نکلی تو جب ملی ا دل سے — نام اس کا وصال ہو کہ فراق

ایک جلوے میں کیا بھلا ہوتا — سنتے جو مشتاق اب بھی ہیں مشتاق

مصطفےٰ ہیں سب انبیا کے نبی — یاد ہے ہم کو آپ کا میثاق

کیوں نہ ہو دردِ سے مہر نورانی — کبھی کرتا نہیں کسب اشراق

کہہ رہے اللہ مدح خلق عظیم — الحمد اللہ آپ کا اخلاق

بخشش سے وہ تو اصل کی رحمت ہے — ورنہ کیا حق ہو، کیا ہے استحقاق

مرحبا مرحبا نوید وصال — الفراق الفراق درد فراق

دل ہے مشتاق، وہ ہیں پردے میں — وہ ہیں پردے میں اور دل مشتاق

نعت گو ہیں بہت، مگر حافظ
رنگ سب کا الگ، جدا ہے مذاق

لگی دل کی بھڑکی تو پہنچی جگر تک — تماشا ہو پہنچے، اگر چشم تر تک

فغاں کیا فغاں، جو عرب تک نہ جائے — دعا کیا دعا، جو نہ پہنچے اثر تک

رہ طیبہ میں سر کے بل بھی چلیں گے — لگی ہے جو تلوؤں سے دل سے پہنچے گی سر تک

نظر تھک رہی روضے کے راستے میں
تو روضہ ہی خود چلکے پہنچا نظر تک

ہی روضہ تو حد نظر سے بھی اونچا
نظر کی جو حد ہی تو حد نظر تک

چلیگا اوسے کیا پتا منتہا کا
نہیں ہی جسے منتہا کی خبر تک

نکالینگے سر پھوڑ کر جوش سودا
سلامت تو پہنچے کہیں اونکے در تک

رہے میرے آنسو تو آنسو کے آنسو
بنے ابر نیساں کے قطرے گہر تک

پھر آجائیگی کام کچھ ناتوانی ہمارے
پہنچنے تو دیں وہ مجھے اپنے در تک

شب غم ہی۔ دل شام کا ایک مردہ
اکیلا ہوں میں رونے والا سحر تک

دعائے سحر کا اثر جانتا ہوں
مگر کون جیتا بچیگا سحر تک

بچایا جہنم سے رحمت نے ایسا
کہ آنچ آنے پائی نہ دامان تر تک

نشان قدم کوئی دل ہی رہیگا
گزر ہو تو محبوب کی رہگزر تک

جدائی میں ہی زندگی تلخ حافظ
پہنچ جائے کاش اونکی میٹھی نظر تک

جب درد انتظار کی لائے نہ تاب دل
پھر کیا کرے اگر نہ کرے اضطراب دل

آپ کھو گیا۔ مجھے دنیا سے کھو دیا
خانہ خراب دل ہی وہ خانہ خراب دل

تکتے ہیں چھوڑ دیں عقل میں کہاں
تجھسے خدا بچائے نہ الٰہی خراب دل!

نکتہ ہی اوس میں بھی جو سویدا کا نقطہ ہی
پائے جو صدر بزم تصیبیں کو تو ہی مزہ
آگاہ کیا ہوں اسکے مزے سے لب زباں
طفلی سے مجھکو ایک ہی غم کا سبق ہی یاد
تصویر دل کے آئینے کی لاجواب ہی
ہستی بھی ایک گوشت کے ٹکڑے کی تھی کوئی
برباد ہو۔ خراب ہو صحبت جا شوق سے
لذت کشی میں درد کی دونوں ہیں ایک سے

عشق نبی کیواسطے ہی انتخاب دل
بزم خیال میں ہو اگر باریاب دل
اون کا خیال فیض رسان فیضیاب دل
میری بغل میں ہی کوئی غم کی کتاب دل
رکھتا نہیں زمانے میں اپنا جواب دل
ہی درد کا طفیل کہ پایا خطاب دل
کرتا ہی مفت کیوں مری مٹی خراب دل
دل کا جگر جواب ہی جگر کا جواب دل

حافظ جو درد میں ہو مزہ [illegible]
کیا کیجیے۔ جو ضبط کی لاسکے تاب دل

مصطفے پر علی الدوام سلام
آپ پہ بھیجتے ہیں کتے سے
دیتے ہیں ایک کو وہ جواب
پڑھنے والے اورود حق تجھ پر
وعلیک السلام۔ ہو ارشاد

رات دن اور صبح و شام سلام
حرم و زمزم و مقام سلام
کرتے ہیں دل کو خاص و عام سلام
گنبد پاک سبز فام اسلام
کر رہا ہوں کھڑا سلام سلام

السلام السلام یا شہ نشین — کس کے ساقی ہو تم۔ سلام سلام

اے مصلائے پاک و اے منبر — رخصتی ہو مرا سلام۔ سلام

الوداع اے حریم پاک نبی — در و دیوار و صحن و بام سلام

الفراق اے نمازیانِ حرم — مقتدی۔ مقتدا۔ امام سلام

السلام السلام اہلِ بقیع — جنتی آپ کا مقام۔ سلام

دمِ رخصت تو لبِ حافظ کا
ہے نوائے سرورِ انام! سلام

روتے ہیں پھوٹ پھوٹ کے دیدے کہ وہ خاکِ در کہاں — وہ خاکِ در کہاں کہ وہ کحل البصر کہاں

اٹھتا ہے دل سے معرکۂ عشق سر کہاں — کیا یا گیا شکست ہے۔ پائی ظفر کہاں

دیدہ ہو کے دیکھ لے وہ دیدہ ور کہاں — دیدار کے ندیدے کو اتنی نظر کہاں

کیا مفلسی کے داغ بھی مفلس ہیں مفلسو — ہر ایک داغ گل ہے مگر گل میں زر کہاں

وہ دھیان میں سمائے ہیں۔ اوجھل ہیں آنکھ سے — تسکین ہے خیال کی۔ لطف نظر کہاں

ہم گھر کو آئے۔ کھو کے نظر جلوہ گاہ میں — آنکھیں ہیں اپنے گھر مگر ان میں نظر کہاں

سر پھوڑ لیتے دیکھیے اپنے ہی سامنے — آخر لیے ہیں پھرو درِ سر کہاں

رہتے ہیں انتظار میں آنکھوں کے در کھلے — اے نیند پھرتی رہتی ہے تو رات بھر کہاں

دیواروں پہ لگی ہوئی باقی ہیں قینچیاں
اب گل کہاں ہے باغ میں۔ بلبل کا پر کہاں

غنچے نہ مسکراتے۔ قہقہے نہ مارتے
تھی بچپنے میں اون کو خزاں کی خبر کہاں

سے غم ہی کے مرتے دل سے پوچھیے
سینے میں سنگ پارہ ہے کوئی، جگر کہاں

نازک یہ ہے۔ لطیفہ یہ ہے اب کی شاعری
گل ہے بدن کہاں۔ رگِ گل ہے کمر کہاں

اک جن پڑھا ہوا ہے جو سر پہ سوار ہے
معشوق آج کل کے پری ہیں، بشر کہاں

بیجا گری ہوئی نظر اہلِ نظر کی ہے
اک نیلگوں فلک ہے یہ حدِ نظر کہاں

اے گل ذرا مرے دلِ صد پارہ کو تو دیکھ
ہیں تیرے دل میں چاک مگر اسقدر کہاں

حافظ وہی ہے اور وہی سرو ہی جبیں
سب کچھ ہے لیکن اب وہ مقدر وہ دور کہاں

بیدل بنائے کیا۔ اوسے دل کی خبر کہاں
یہ دل کیوں نہ پوچھیے کہ ہمارا ہے گھر کہاں

دیوانگی سے آئی مجھے میرے گھر کہاں
روتا ہوں اب کہاں سے وہ دیوار و در کہاں

پیاری شبیہ گور میں آتی نظر کہاں
اون کا کرم ہے۔ جذبۂ دل کا اثر کہاں

جو ز جگر خراشیِ تیرِ نظر غلط
واہو سکے نشانیِ زخمِ جگر کہاں

تدبیر اپنی رہنے دے بیدردِ چارہ گر
پائی ہے تو نے لذتِ دردِ جگر کہاں

غم کھا کے رو۔ غم کو کلیجے لگا لیے
اتنی کب اپنی جان ہے۔ اتنا جگر کہاں

جاؤں کہاں میں چھوڑ کے گھر در حضور کا
نوکِ مژہ کو اور رگِ جاں کو دیکھیے
تشبیہ میں ہے کعبہ دل خانۂ خدا
دل بھی امیدوار۔ جگر بھی امیدوار
وہ چاہتے ہیں۔ نقدِ غم مختصر کہوں
حقا کہ حق ہے وعدۂ دیدارِ حق مگر
پھونکی خبر عجب ہے مرے دل کی آگ کی
شرمندگی ہے دل کو ہے نیکوں کے سامنے

جاؤں تو اور در ہے کہاں۔ اور گھر کہاں
تھا ڈوبنے کے واسطے ہے نیشتر کہاں
تیر یہ کہتی کہ خفا اکا ہے گھر کہاں
اب دیکھیں چل کے بیٹھے وہ تیرِ نظر کہاں
کیونکر کہوں کہ قصۂ غم مختصر کہاں
الٹا ہے وعدہ حشر سے ہوگا ادھر کہاں
تو نے صبا لگا لی ادھر کی ادھر کہاں
رندوں کی صف کہاں صلحا کا حشر کہاں

حافظ کا درد تو ہی سنا دے حضور کو
ای آہ اور کوئی ہے پیغامبر کہاں

فکرِ نیرنگ و غم گردشِ ایام نہیں
دیدیا دل تمہیں۔ تم جانو کہ اب دل جانے
بے خطا عشق نے عاشق کو ستا رکھا ہے
جیتے جی ہجر ہوئے مر جائے تو ہو نام وصال
چارہ گر کیا سمجھا ہے محبت کی ہوا

کہ مرے روزِ سیہ کی سحر و شام نہیں
ہم کو اپنے دلِ خود کام سے کچھ کام نہیں
اور پھر بھی کوئی جھگڑا۔ کوئی الزام نہیں
عشق کا اس کے سوا اور کچھ انجام نہیں
مجھ کو وحشت نہیں سودا نہیں سرسام نہیں

دل ہے ٹپکا ہوا پھوڑا - تو کلیجہ چھالا
کسی پہلو کسی کروٹ - مجھے آرام نہیں

نیک نامی کی ہوا بھی نہ لگے گی اس کو
جو ترے عشق میں رسوا نہیں - بدنام نہیں

پہلے ہی کیوں دل نہ لیا ٹھوک بجا کر دلبر
اب جو ٹوٹا ہے تو مجھ پر کوئی الزام نہیں

دل میں گھر شوق سے کر لیجیے - لیکن اس میں
رنج ہے - درد ہے - راحت نہیں - آرام نہیں

جان کام آئی رہِ عشق میں - سر کام آیا
جس کو ناکام سمجھتے ہو - وہ ناکام نہیں

دیکھیے عشق دکھاتا ہے تماشے کیا کیا
ابھی آغاز ہی آغاز ہے - انجام نہیں

میں جو ہوں ناکامِ ازل - مجھ کو میسر کب ہے
گردشِ جام - کوئی گردشِ ایام نہیں

مجھ کو پیری نے کیا پست - تو مجھے کیا پروا
میں تو ڈوبا ہوا سورج ہوں - لبِ بام نہیں

قطعہ

ہم نے سر پھوڑ کے دیکھا تو یہ دیکھا حافظ
وصل کا پھوٹے مقدر میں کہیں نام نہیں

غم نہیں اس کا اگر دورۂ ایام نہیں
سر پہ چکر سہی - گردش میں اگر جام نہیں

ضعف - چھوٹنے کی بھی رخصت نہیں دیتا مجھ کو
ورنہ کیا - بادہ نہیں - شیشہ نہیں - جام نہیں

نیکنام اور ہی عشاق سہی - میں نہ سہی
یہ بھی کیا کم ہے کہ بدنام ہوں - گمنام نہیں

لو لگاتے نہ لپٹے - نہ پتنگے جلتے
شمع کہتی ہے کہ مجھ پر کوئی الزام نہیں

دلِ بے رنگ میں رہتی ہے اکیلی وحدت
جسم میں ہو جو ہمہ رنگ - یہ معما نہیں

دل ہے۔ یا قافلۂ دردِ مصیبت کا پڑاؤ — اس سرا میں گزرِ راحت و آرام نہیں

ہجر میں۔ زہر ہے۔ بے کیف ہے کڑوی ہے شراب — آبلہ کوئی مرے ہاتھ میں ہے۔ جام نہیں

ساغرِ عمر ہے لبریز، چھلکنے کی ہے دیر — ہوس بادہ نہیں۔ اب طلبِ جام نہیں

آنکھ سے دیکھ لیا۔ اُن کا نظر کا پھرنا — اب مجھے کچھ گلۂ گردشِ ایام نہیں

شامِ کلفت کی سحر کا۔ سحرِ حشر ہے نام — سحرِ حشر کی پوچھو۔ تو کوئی شام نہیں

اختیاری تو نہیں دل کی تپش۔ درد کے وقت — اضطراری حرکت قابلِ الزام نہیں

دل کو آرام بتاؤں۔ تو اٹھا لینگے وہ ہاتھ — جھوٹ بولا نہیں جاتا ہے کہ آرام نہیں

نام اللہ بھی کیا نام ہے۔ اللہ اللہ — حاش للہ۔ کوئی اللہ کا ہمنام نہیں

وہیں جیتے۔ وہیں مر لیے وہیں گر پڑتے حافظ
کیا کریں، بس میں کوئی اس کا سرانجام نہیں

خود ہی اُدھر جائے۔ تو دیدار تو دشوار نہیں — کہ سوا میرے کوئی بیچ کی دیوار نہیں

کس خطا پر اسے محرومِ نظر رکھا ہے — اک نظر دیکھنے کا بھی جو گنہگار نہیں

جستجو ہوگی شفاعت کو گنہگاروں کی — بیگناہوں سے شفاعت کو سروکار نہیں

ہیں گنہگار۔ جو مجھ سے کوئی چھوٹا ہو گناہ — فقط اک ترکِ گنہ کا میں گنہگار نہیں

ہے کچھ آنکھوں ہی کی پھوٹی ہوئی قسمت ورنہ — رخنۂ در نہیں یا روزنِ دیوار نہیں

بند آنکھیں کئے اک گوشہ میں جو بیٹھا ہوں میں
سب یہ سمجھے ہیں کہ یہ طالبِ دیدار نہیں

زاہدوں کو تو مستوں کی خبر کیا اسکی
آج میخانے میں اتنا کوئی ہشیار نہیں

کوئی سودا محبت کو یہ سمجھا دیتا
کر دے رسوا مجھے لیکن سر بازار نہیں

اس کی تصویر چھپا لی ہے کہیں ہے تو یہی
لطفِ دیدار تو ہے۔ لذتِ گفتار نہیں

جی نہ چھوڑیں گے محبت میں کبھی ہم جب تک
جیتے جی چھوڑ دے جی کو یہ وہ آزار نہیں

جوش سودا کا تقاضا ہے کہ سر دے مارو
عقل کہتی ہے کہ ہرگز نہیں۔ زنہار نہیں

شکوۂ درد کبھی منہ سے نکل ہی جاتا
شکر یہ ہے کہ مجھے طاقتِ اظہار نہیں

تم کرو عہد وفا۔ توڑ دیں ہم عہدِ وفا
بیوفا ہم سے نہیں تم سے وفادار نہیں

تیری تصویر میں ہے چار طرف اک جلوہ
عجب آئینہ ہے جو پشت بدیوار نہیں

کیا کہوں کہہ گئی کیا شبنمِ شگفتہ سرِ بزم
راز کی بات ہے یہ قابلِ اظہار نہیں

عقل والوں کو ہے دم پرسشِ اعمال کھلا
اُن کے دیوانے سے بڑھکر کوئی ہشیار نہیں

آہ وہ دل کہ جسے دردِ نہاں کی نہیں تاب
ہائے وہ درد کہ جو قابلِ اظہار نہیں

سگِ دنیا کو مبارک رہے دنیا سے دلی
کہ ہمارے کسی مصرف کی یہ مردار نہیں

نفی کی نفی تو اثبات ہوا اے پیرِ مغاں
کاش دو بار نہیں کہہ دو تم اک بار نہیں

ایک تو غم ہی رہا غم ہے جو نہیں کیا اس کا
ایک یہ غم کہ ہمارا کوئی غمخوار نہیں

نام لیوا نہ کوئی پھول اٹھانے والا
ہیں وہ بیکس ہوں مرا کوئی عزادار نہیں

اون کی رحمت کے سوا۔ شافئ [illegible]
اور تو کوئی گناہوں کا خریدار نہیں

توبہ سو بار کریں اور نہ توڑیں اگر [illegible]
ہم تو وہ رند نہیں۔ ہم تو وہ میخوار نہیں

کوئی بیمار ہو وہ پوچھنے کو جاتے ہیں
اب تو ہو جائینگے بیمار جو بیمار نہیں

چاہتے ہیں کہ رہیں چاہنے والے جیتے
مرنے والوں کے بھی مرنے کے روادار نہیں

اوسکے مشتاق در و بام کے تکتے [illegible]
ہیں در دروازہ نہیں یا ہیں دیوار نہیں

جو نہ ہو دام محبت میں اسیر اے حافظ
کوئی آزاد نہیں۔ کوئی گرفتار نہیں

تمیز اتنی تو ہو انساں کو صورت اور سیرت میں
تجلی پر نہ ہو بجلی کا دھوکا ابر رحمت میں

ہوا کیوں چراغ ایماں کا رکھیے حفاظت میں
کسی کا طاق ابرو وصل ہو محراب طاعت میں

رہ حضر طریقت! بیخودی بھی ہے رفاقت میں
کہیں کھویا نہ جاؤں آپ سے۔ راہ زیارت میں

[illegible] سے میں حضرت ناصح مری پند و نصیحت میں
وہ کیا جانیں کہ مجھکو لطف ملتا ہے ملامت میں

خدا نے پہلے آدم کو بنایا اپنی صورت کا
کیا پھر جلوہ گر محبوب کو آدم کی صورت میں

مقدر کا لکھا۔ سر پھوڑنے سے بھی نہیں مٹتا
یہ پتھر کی لکیریں رہ گئی تھیں میری قسمت میں

[illegible]کا میری طرف رحمت کا پلہ [illegible]
نہیں کچھ بھی رہا پاسنگ میزان قیامت میں

شہیدانِ محبت کا وہ خود آپ خونبہا ٹھہرے
مسرت کرتی ہی مرنے میں شہیدانِ محبت میں

گنہ کرنے سے لذت نفس کو ملتی ہی۔ یہ سچ ہی
مزہ ان کو بھی کچھ آتا تو ہوگا عفو و رحمت میں

ہی سجدہ مفت، وہ مسجد ہی کیسی جسمیں سجدہ ہی کی
زیارت روضہ پر نذر کی ہو اصل نیت میں

ہجومِ غم ہمیں مرنے کی فرصت بھی نہیں دیتا
جو غم چھوڑے تو اطمینان سے مر جائیں فرصت میں

ہماری جان روضے میں پڑی تھی ہم رہے جیتے
نہ آئی موت اوسے نیت پڑی تھی جس کی جنت میں

پئیں کڑوی دوائیں کیوں، مزہ منھ کا بگاڑیں کیوں
اکیلا تو درد بیٹھا ہی جو ہوتا ہی محبت میں

ہی فکر اب عمر باقی کی نہیں غم عمر رفتہ کا
کہ پھر کر آ نہیں سکتی کٹی جو عمر غفلت میں

قطعہ

نصیبِ سر ہو سجدہ۔ یہ تو سودا خام ہی حافظ
کوئی ٹھوکر ہی اوس در کی لکھی ہو میری قسمت میں

یوہیں کہتے ہیں سب کلفت ہی کلفت ہی محبت میں
محبت ہو تو راحت کا مزہ ملتا ہی کلفت میں

پڑا سوتا ہوں لیکن محو دیدار و زیارت ہیں
جو بیٹھے جاگتے ہیں وہ پڑے ہیں خوابِ غفلت میں

کسی کا کشتہ اک فتنہ ہی جو سوتا ہی تربت میں
یہ اوٹھتے ہی اوٹھا ہیگا کوئی فتنہ قیامت میں

تو آ بیٹھو تصور بن کے میرے دل کی خلوت میں
سما جاؤ تماشا ہوکے میری چشمِ حیرت میں

ہنسی ہی جو تماشا دیکھنے والوں کو آتی ہی
وہ اک رونا ہی جو رہ رہ کے آتا ہی مصیبت میں

مصیبت کو جو روتے ہیں مصیبت اونکو روتی ہی
مصیبت ہی یہ دنیا میں کہ دنیا ہی مصیبت میں

جو جینے میں برا ہو تو یہی، مرنا ہو یا جینا
اگر پہنچے تو جا پہنچے ہوئی پہنچ پا کے جنت میں

بچا یارب سلامت ہم سلامت اور دنیا بھی
اُدھر سے مرنا ادھر اُٹھ کے جانا ہو جنت میں

سنبھالا جسے نے سنبھلا کر پڑی گھر کی گٹھڑی تو
پڑا جاتا ہیں جھکایا سر جو محراب عبادت میں

یہ کیسی جلوہ گری ہیں پیچھے، دیکھا تو کیا دیکھا
گرا ہو کوئی اُٹھ کر کھا کر، پڑا ہو کوئی حیرت میں

پڑھے لکھے نہیں لیکن یہی لوح ازلی قلم ان کا
وہ اچھی ہیں کہ پڑھ لیتے ہیں جو لکھا ہو قسمت میں

مزہ دیکھو ادھر گھپنا، اُدھر داخل حق ہونا
خدا جانے گھلا ہو زہر کیا شہد وحدت میں

جیسے جو کچھ پہنچ گئے، وہ ہو گئے ہیں
مرے جو بیشتر مرنے سے وہ جیتے ہیں تربت میں

اُٹھا کر دکھ سے یارب اس جینے میں
سمجھے سب کچھ ہے قدرت کیا نہیں کچھ تیری قدرت میں

کوئی تو بات ہے جو ہم نے چپ سادھی ہے اے شاد
کہیں کیا خامشی پہ حرف آتا ہو حکایت میں

مری قسمت سے ... کرتے ہیں ارادت میں
مری قسمت کو کیا جب آگیا ہو میری قسمت میں

جو ہے انسان خالی خاک کا پتلا حقیقت میں
تو پھر بولتا ہے کون اس مٹی کی مورت میں

پریشانی ہے، ویرانی ہے، سناٹا ہے، ظلمت ہے
پڑی ہے میر گھبرا کر مصیبت بھی مصیبت میں

عمل تلنے سے ڈر کیسے وہ دیکھ کر قیامت میں
کہ ہم نے تول رکھے ہیں یہ میزان شفاعت میں

نکل آئیں شام سے سب رات بھر تارے کے
دعا ہیں صبح کی مانگی ہیں جو شب ہا فرقت میں

رخ پہ بیٹھا جو دیکھا فرش جھک کے لیا بوسہ
نظر دو پہر کو چھپا اٹھی جھپٹ کر رنگی چھت ہیں

مصور تیرا ... تصویر جو نہیں سکتا
تصور آپ کا عین عبادت ہے عبادت ہیں

خدا نے تم کو شاہ کر کے بھیجا ہم ہیں عاشق
مجازی کو مجازی ہی ... حقیقت ہیں

قدم رکھیں ... خوش حشر ... دل کا دفتر
یہاں کیا چھوڑ جاؤں ساتھ کیا لیجاؤں [illegible] ہیں

میسر کس کو ہوتی ہے گدائی آپ کے در کی
ہے اس ذلت کی عزت بارگاہ [illegible] عزت ہیں

مزے سے اپنی آنکھیں بند کریں ہیں۔ اٹھ گیا پردہ
مزے کی ہے وہ خلوت جو دکھائی دے جلوت ہیں

الٰہی! تیرے دیوانوں کا جی کس طرح بہلیگا
نہ جنگل ہیں۔ نہ کانٹے ہیں نہ پتھر باغ جنت ہیں

میں دنیا سے چلا ہوں آتشِ عشق ہی لیکر
کہیں رضوان نہ کہدے آگ کا کیا کام جنت ہیں

کوئی ڈرتا ہے دوزخ سے۔ کوئی طالب ہے جنت کو
مزہ آئے جو رحمت ڈال دے دوزخ کو جنت ہیں

دمِ آخر ہماری پتلیاں پھرتی ہیں اے حافظ
کسی کی شکل پھرتی ہے ہماری چشمِ حسرت میں

مریضِ عشق کی فریاد ہے کہ مرتا ہوں
نگاہ کہتی ہے۔ مرجاؤ۔ میں مسیحا ہوں

نظر میں رکھیے مجھے۔ میں خنجر کا ہوں
جھپکتی ہے جو پلک۔ میں نظر سے گرتا ہوں

میں ڈر رہا ہوں گناہوں سے۔ وہ یہ کہتے ہیں
مجھے بھی جانتے ہو میں خدا کا پیارا ہوں

یہ آسرا ابھی نہیں۔ چل کے پہنچوں اوس در تک
میں اپنے پاؤں کی بھی [illegible] لیے

وہ اب بھی آئیں تو ہو جائے آخری دیدار
یہی تو اک ٹھٹی ہوئی ہچکیاں میں لیتا ہوں

ادھر تو درد میں آنکھیں دکھا رہا ہے ضبط
اٹھا ہوا ادھر آنسو کہ اب ٹپکتا ہوں

زمیں پہ جو گرا طفل اشک رو کے کہا
خبر بھی ہے کہ میں تیرے جگر کا ٹکڑا ہوں

رہے سما کے ہزاروں مناظر قدرت
تل اپنی آنکھ کا رویا کہ چھوٹا ہوں

ہے ایک بار گناہ اور ایک شرم گناہ
مراقبہ نہیں جو سر جھکائے بیٹھا ہوں

تڑپ کے دل نے کہا جب سنا الیہ مآب
ضمیر ہوں میں خدا کی طرف کو پھرتا ہوں

دکھائی دیتے ہو بس ایک تم تصور میں
میں کھولتا نہیں آنکھیں کبھی [illegible] ہوں

نہ سمجھے کوئی کہ سر پھوڑتا ہوں پتھر سے
کسی کے نقش قدم میں جان دیتا ہوں

ادا سے کشتہ کیا ہے قضا کے پردے میں
کرے پسند کوئی تو کہوں قضا کا ادا ہوں

دکھے گا دل نہ مرا درد سے کبھی حافظ
بڑی خوشی سے میں [illegible] ہوں

خلاف شب کے ہے جیسا یہ اشارہ پاتا ہوں
کہ تل ہوں آنکھ میں دل میں ترے سویدا ہوں

قفس میں بند ہوں وہ عندلیب شیدا ہوں
شکستہ پا ہوں [illegible] ہوں رشتہ بپا ہوں

کہاں نہ جاؤں ندامت کہ اوس کے جاؤں کہیں
ہیں پاؤں ٹوٹ گئے اس کی گلی میں بیٹھا ہوں

اوٹھا دے [illegible] ذکر نہ آہ کا شکوہ
[illegible] میں دیکھتا ہوں

پھرے نصیب تو میں نے طوافِ کعبہ کیا
طواف کر کے نصیبوں کے گرد پھرتا ہوں

جیئیں گے مر کے - تو مرنے کے ہو گئے پھر لالے
یہی سبب ہے کہ مرنے سے پہلے مرتا ہوں

یہ جانکر کہ ہے بھیجی ہوئی مرے رب کی -
بلا جو آتی ہے - اوٹھکر بلائیں لیتا ہوں

بدوں کے واسطے رحمت بھی ہے تو اچھا ہے
بدوں میں سب سے ہوں بد تر جبھی تو اچھا ہوں

نقاب اوٹھائے ہوئے سب بے تکلف آجاؤ
کہ آنکھیں بند ہیں - غفلت کی نیند سوتا ہوں

وہ توبہ توڑ کے چھوڑی جو توڑنے کی تھی
جو توڑے سے نہ ٹوٹے وہ توبہ کرتا ہوں

مبارک آپ کو تقوے کے بوریے زاہد
لپیٹے نہ مجھے میں بھی کیا مصلے ہوں

جرس بھی ساز نگ بھی - ناقوس بھی - موذن بھی
سب اپنی اپنی سناتے ہیں سب کی سنتا ہوں

یہ انتظارِ قیامت - بڑی قیامت ہے
کہ میں فریفتۂ وعدہ ہائے فردا ہوں

یہی عمل ہے یہی مسلک مرا ہے اے حافظ
علی کا مدح سرا - بندۂ تولا ہوں

نگاہیں تولتی ہیں کیوں مجھے میں ہلکا ہوں
میں ہر نگاہ میں تنکے سے تُل کے بیٹھا ہوں

مرا وجود و عدم ایک سا ہے - میں کیا ہوں
کہ نشاتین ہی میں ہوش کھو کے بیٹھا ہوں

ہجومِ خلق ہے گرد - ایک میں ہوں ایک خیال
مزہ تو دیکھو - بھری انجمن میں تنہا ہوں

سفر میں کون پھرے ساتھ ہے لیکے یادِ وطن
وطن میں بیٹھ کے گرم سفر میں رہتا ہوں

شکستِ دل کی یہ آواز ہے کہ کیا معلوم
میں ٹوٹ کر کہیں آیا کہ آ کے ٹوٹا ہوں

ہے سیدھی بات جو پاتا ہے کھو کے پاتا ہے
ہے الٹی بات۔ میں پا کر کسی کو کھوتا ہوں

جنوں میں ہنستے ہیں جو میرے ہنسنے رونے پہ
اونھیں فسانے کو روتا ہوں اور ہنستا ہوں

پھر اوس کی بزم کو جاتا ہوں ڈھونڈنے کیلیے
حواس کھو گئے ہیں۔ بحواس پھرتا ہوں

ہزار شکر۔ مری خستگی درستی ہے
میں گل کی طرح پھٹے کپڑے پہنے ہنستا ہوں

وہ میری جان کہ مرے سے جی چھپاتی ہے
یہ میری موت کہ جینے سے دم چراتا ہوں

یہ ننگ ہے۔ کوئی سائل کسی کے در کا ہو
یہ فخر ہے کہ میں سائل کسی کے در کا ہوں

اب اوس کی بزم سے دیکھوں نکالتا ہے کون
میں کون ہوں، ہمہ تن حسرت و تمنا ہوں

جھلک دکھا کے چلے وہ تو غش نے دی یہ صدا
حضور ادر ٹھہریے کہ میں بھی آتا ہوں

کسی کے بوسۂ در سے نکلتی ہے یہ صدا
کہ جان دیکے بھی لے لیجیے تو سستا ہوں

بس آچکا خبرِ طیبہ لیکے دل حافظ
میں اوسکی جان کو بھی آج صبر کرتا ہوں

سیرِ عالم بزمِ تصور کی تو کر آتے ہیں
ہوش گم ہوتے ہیں جب اونکو نہیں پاتے ہیں

پوچھنے کے لیے جب تیر نظر آتے ہیں
دل کے دکھتے ہوئے زخم اور بھی دکھ جاتے ہیں

اس لیے دل ہے عزیز۔ اس لیے آنکھیں پیاری
وہی دل میں وہی آنکھوں میں نظر آتے ہیں

زندگی ہو جو مٹنے ہی تو پھر کیا کہنا
وہ جو مر جاتے ہیں مرتے نہیں بچ جاتے ہیں

ایک ہیں جلوۂ رخ دیکھنے والے اک ہم
دیکھنے والوں کا منہ دیکھ کے رہ جاتے ہیں

اس خوشی میں کہ قدم رنجہ کریں گے وہ ادھر
راہ میں دیدۂ مشتاق بچھے جاتے ہیں

زخمیوں کو جو دکھا دیتے ہیں وہ تیر نگاہ
زخمِ حسرت زدہ منہ کھول کے رہ جاتے ہیں

ہم فقیروں کے نہیں جھونپڑے ایسے ویسے
قصرِ شاہی ہو تو اوس پر بھی یہ چھا جاتے ہیں

آنکھوں آنکھوں ہی میں ہو جاتی ہیں باتیں کیا کیا
دو دل اک دوسرے سے آپ ہی مل جاتے ہیں

دلبری کی وہ ادائیں ہیں کہ اللہ اللہ
دیکھنے والے تو دل تھام کے رہ جاتے ہیں

اشک لڑھکے بھی تو ہیں کیا اوس کے دامن کو حافظ
گر کے مچل جاتے ہیں موتی سے بکھر جاتے ہیں

کشتۂ ناز کہیں یوں ہی تڑپ جاتے ہیں
جب تڑپتے ہیں تو اور دل کو بھی تڑپاتے ہیں

ہم تو جلوے اوسی اک ذات کے ٹھہراتے ہیں
ذرے ذرے میں جو انوار نظر آتے ہیں

شرم رہ جا مری تشنگیٔ دل کی یا رب!
دل میں ارمان ہی ارمان چلے آتے ہیں

ایسی ہموار ہے سیدھی ہے رہِ ملکِ فنا
بند آنکھیں کیے آسان چلے جاتے ہیں

میری پوچھو تو مجھے آپ میں رہنا دشوار
اون کو ہے سہل سی اک بات کہ ہم جاتے ہیں

بیخودی! تیرے سوا کون بتا سکتا ہے
کس کو دیکھا ہے کہ غش پر ہمیں غش آتے ہیں

پوچھے جاتے ہیں وہی بات کو ہم سے احباب
منہ سے کہتے ہوئے جس بات کو شرماتے ہیں

سچ ہے۔ دیوانہ ہوں میں۔ حضرت ناصح عاقل
کیسے عاقل ہیں جو دیوانے کو سمجھاتے ہیں

سادگی کی سب ادائیں ہیں بناوٹ سے بری
ہے خدا ساز کہ بے ساختہ پن آتے ہیں

کوئی دیکھے تو نکلنا مرے ارمانوں کا
خون ہو ہو کے مری آنکھوں سے بہہ جاتے ہیں

اس طرف بھی کرم او بچ کے نکلنے والے
صورت نقش قدم ہم تو مٹے جاتے ہیں

ہم کہیں کھوئے نہ رہیں۔ تو جو ہمیں مل جائے
کھوئے جاتے ہیں۔ ترا نام جو سُن پاتے ہیں

مرحبا پیک اجل۔ آگئی رخصت کی گھڑی
الوداع مرگ مفاجات کہ وہ جاتے ہیں

درد دل کی تو خدا ہی کو خبر ہے حافظ
ظاہرا ہم صفت زخم ہنسے جاتے ہیں

خوش نصیبی ہے کہ غش پر ہمیں غش آتے ہیں
یوں کسی دامن رحمت کی ہوا کھاتے ہیں

نہیں آتے وہ، تو ہم ہوش میں کب آتے ہیں
وہ جب آتے ہیں تو ہوش آنے کے ہو جاتے ہیں

لگ گئے جاگتے کٹ جاتی ہیں راتیں لیکن
ہم کو دیدار ہی کے خواب نظر آتے ہیں

اب کہاں ساتھ حرم پاک۔ وہ کعبہ وہ خدا
اب تو چکر ہمیں گھر بیٹھے ہوئے آتے ہیں

یوں تو ملنے کو بہت سے اثر رفتہ
ہم نے کچھ دیکھ کے پہلو دل کو وہ بھی کہاں آتے ہیں

منہ سے کہنے کے نہیں آنکھ تو سنتے نہیں
بیٹھے بیٹھے بھی ترا دور جو خیال آتے ہیں

ایک دن کوچۂ دل میں وہ نظر آئے تھے
روز ہم جا کے اسی کوچے کو دیکھ آتے ہیں

ایک مجذوب کی بڑ ہم نے سنی آج نئی
کہ وہ محبوب کے پردے میں نظر آتے ہیں

حسن بیٹھا ہے سر راہ۔ پڑی ہے چلمن
عشق نے دی ہے خبر چھٹ دل آتے ہیں

نگہ شوق اوٹھی جب کسی جلوے کی طرف
بیخودی بولی۔ تم آگے چلو۔ ہم آتے ہیں

بیخودی! تجھسے کبھی یہ راز نہیں کہنے کا
آپ سے جاتے ہیں جب ہم۔ تو کہاں جاتے ہیں

دل کے ارمان نہیں تم کو دکھا دوں لیکن
جب تم آتے ہو تو ارمان نکل جاتے ہیں

اعتبار اثر گریہ اوٹھا جاتا ہے
میرے آنسو مری نظروں سے گرے جاتے ہیں

خوب ہے صنعت کہ ہم داشتن دل کا حافظ
آئنہ دیکھنے کو دل میں چلے آتے ہیں

درد مندی کا الٰہی نہ کھلے راز کہیں
دل جو ٹوٹے تو نہ سن لے کوئی آواز کہیں

رخ کدھر ہی ہو نگاہ غلط انداز کہیں
چھپ جاتے ہیں کسی دھیان کے انداز کہیں

دل میں کہتا ہوں اگر ہو تو نہیں ساز کہیں
اسی پردے میں سنا جائیں وہ آواز کہیں

ضعف میں شوق زیارت کا تقاضا ہی کیا
ہول سے لوٹ چلے قوت پرواز کہیں

کان کس کام کے ہیں۔ آنکھیں ہیں کس مصرف کی
جب نہ تو آئے نہ آئے تری آواز کہیں

دل کی فریاد ہی پردۂ خاموشی میں
در و دیوار نہ ہوں گوش بر آواز کہیں

کوئی جانے کہ یہ کیا دیکھینگے آنکھیں تو ہیں بند | ہمنے دیکھے ہیں کسی نے بھی نظرباز کہیں

جگر و دل ہیں وہ اک تن ہیں کہ بنتی ہی نہیں | پڑ گئی تھی وہ نگاہِ غلط انداز کہیں

نہ برآئی نہ برآئے جگر و دل کی مراد | نہ رُکی ہے نہ رُکیگی نگہ ناز کہیں

بدگمانی ہے مجھے رنگِ پریدہ کی طرف | لے اُڑا ہو نہ مری طاقتِ پرواز کہیں

کون ہوگا جسے ایسا ہو کسک کا چسکا | دل تڑپتا ہے جو ہو درد کا آغاز کہیں

میرے نالے کا فلک نے جو دیا کوئی جواب | شک ہوا مجھکو نہ گنبد کی ہو آواز کہیں

دردِ دل اشکِ رواں کاوشِ غم کاہشِ جاں | جمع ہوتے نہیں یہ سامانِ خدا ساز کہیں

روح قالب میں جب آواز کچھ سنکر آئی | عمر بھر پھر نہ سنی ہم نے وہ آواز کہیں

حافظ اب بھی ہیں محقق بہت استاد بہت
نہیں ملتا بدلِ حضرت ممتاز کہیں

نورِ بے سایہ کا سایہ جو نہیں دور نہیں | نور کے ساتھ کہیں سایۂ بے نور نہیں

بوسہ لے لوں کسی حکمت سے یہ مقدور نہیں | ورنہ لب سے رگِ گردن تو بہت دور نہیں

تیرے دیدار سے محروم ہو امت یارب | تیرے منظورِ نظر کو تو یہ منظور نہیں

دیکھ نکلا کوئی نالہ تو قیامت ہوگی | اے مرے ناز کے پالے دلِ رنجور نہیں

دور بیں عینکِ دل ایسی ہے چشم بدور | دور سے دور کوئی شی ہو تو کچھ دور نہیں

ضعف میں شوق یہ کہتا ہے چلے بھی چلیے
یا چلالو مجھے - یا مرنے کو مرجانے دو
خانقاہوں میں بھی دنیا کے ہیں چرچے قصے
آب و دانہ بھی لکھا تھا تو کہاں کا کہ جہاں
ہائے کیونکر ہو تمنا مرے دل کی پوری
کیا قیامت ہو، جو تھوڑی سی پلا دے ساقی
میں تو بدنام ہوں۔ آوارہ ہوں۔ رسوا ہوں۔ مگر
ناتوانی کا بھلا ہو۔ یہ اوسی کا ہے طفیل
ہجر کا بوجھ اوٹھا کر میں کروں دل بھاری
باغباں تاک لگائے ہے کہ چوری پکڑے
نہ وہاں دلشکنی ہے نہ وہاں ردِ سوال

روضۂ پاک وہ کیا سامنے ہے۔ دور نہیں
اب تو زندہ دل ہیں کہ مردوں میں رنجور نہیں
شغل کا ذکر نہیں۔ ذکر کا مذکور نہیں
آبِ انگور نہیں۔ دانۂ انگور نہیں
جو ہے منظور مجھے۔ وہ اونھیں منظور نہیں
بے پیے بزم میں ہے کون جو مخمور نہیں
تم ہو پردے میں تو کیا خلق میں مشہور نہیں
اوٹھکے جا دل ترے کوچے سے، یہ مقدور نہیں
ہیں وہ بے صبر نہیں ہوں میں وہ مجبور نہیں
سینہ زخموں سے پھلا ہے۔ کوئی انگور نہیں
یہ بھی کہنا نہیں منظور کہ منظور نہیں

تجھ سے بے چین کا اب کیا ہے علاج اے حافظ
صبر کی تاب نہیں، ضبط کا مقدور نہیں

دیکھ لیں آپ کو پردے میں۔ یہ مقدور نہیں
پاس سے دیکھ سکوں اوس کو۔ یہ مقدور نہیں

آپ پردے سے نکل آئیں۔ یہ دستور نہیں
دور سے دیکھیے کس طرح کہ وہ دور نہیں

یار کے روپ میں چھپا تھا کوئی اور اک بار	شاخ تو نخلِ تمنا کی ثمر بار ابھی نہیں
پھر بھی ہم پیار کو سمجھے لیے بیٹھے ہیں	خالی کچھ مقدور نہیں ہم کو کوئی مقدور نہیں
ہاتھ رکھ کر دلِ رنجور سے پوچھو تو سہی	تم اگر دل کو بھی سمجھے ہو کہ رنجور نہیں
ہم کبھی کے غمِ دوری سے مر جاتے ہیں	شاہ رگ پاس ہی ہے وہ ہم سے تو کچھ دور نہیں
شدتِ ضعف سے پیری میں جو سر ہلتا ہے	یہ اشارہ ہے کہ جینا ہمیں منظور نہیں
غم سے جیتے جی چھٹے - دیکھ ہی لیں گے رد	غم سہا ہے تو جینا ہمیں منظور نہیں
ہے صفا یہ جوشِ جنوں میں بھی رہا پاس ادب	کہ رگِ جاں تو مگر یہاں سے کچھ دور نہیں
ہم دکھا دیتے کہ ہوتا ہے محبت میں جو حال	کیا کریں پاس ہے اس دل کے مجبور نہیں
مشکل اقربت جو کہے قرب کی اس کی ہے طلب	اس کی دوری کا گلہ ہے جو کبھی دور نہیں
آپ کے نام کو رکھتا ہے چھپا کر دل میں	کہ کہیں منہ سے نکل جائے - یہ منظور نہیں
ہم کو اک غم سے نہیں کوئی مسرت ہرگز	سب سمجھتے ہیں کہ ہم کیسا ہے یہ مسرور نہیں
اگر رگِ جاں سے قریب آ گیا جاناں	دل سے تو دور نہیں - جان سے تو دور نہیں
دلِ رنجور کو اس بزم میں ہم ڈھونڈ آئے	یہ نہ جانا کہ وہاں تو کوئی رنجور نہیں
دل میں تم - جان میں تم - آنکھ میں تم بسے ہو تم	کوئی رنجور نہیں اب کوئی مہجور نہیں

اٹھے ہم چوم کے اس در کو ٹانگیں گے حافظ

رو کنے والے کیے جائیں گے ستور نہیں

کھا کھا کے داغ سینہ مرا لالہ زار ہو — تم دیکھنے کو آؤ تو دو دلی بہار ہو

نزدیک ہے کہ صبح قیامت ہو آشکار — اللہ ہی جو ختم شب انتظار ہو

نعمت بڑی ہے حب نبی جسکو دے خدا — یوں شکر کر کہ حب نبی پر نثار ہو

دونوں ہیں خوب حسن ادا و ادائے حسن — کیوں نہ دو جان کی جان تم نثار ہو

ہوئے کو روز حشر۔ اوٹھانے کے واسطے — کس کا ہو بار۔ اپنے غلاموں کا بار ہو

کس کس کو دیکھیں حشر میں کس کسکو دیں جواب — جب ہا نبی کی چار طرف سے پکار ہو

ہم خاک ہو کے یوں رہیں کوے حبیب میں — مٹی زمین پر تو ہوا پر غبار ہو

مٹی جو یوں عرب میں ٹھکانے لگی تو کیا — اوٹھکر غبار دوش ہوا پر سوار ہو

کیا وہ نظر ٹھہر بھی سکیگی جمال پر — ہر وقت شوق دید میں جو بیقرار ہو

ہر سانس پر میں آہ نہ کھینچوں تو کیا کروں — جب دل جگر فگار ہو۔ سینہ فگار ہو

اتنا حضور کہدیں۔ ہم اوسکے وکیل ہیں
حافظ کی جس گھڑی سر محشر پکار ہو

دل کی بھڑاس نکلے جو چشم اشکبار ہو — ڈر ہے کہیں نہ دل میں مکدر غبار ہو

اوس گھر کے ٹکڑے کھاؤں میں اوس در کی ٹھوکریں — اتنی تو پرورش مرے پروردگار ہو

اونکی گلی میں بیٹھے اوٹھے۔ اوٹھکے بیٹھ جائے
وہیں ہوں۔ پھر خاک ہو۔ پھر اغبار ہو

دشتِ عرب کی خاک اڑاؤں میں اس قدر
چہرہ بھی نہ ہاتھ بھر او چھپا غبار ہو

ممکن نہیں مراد ہو پوری اوس آنکھ کی
دل مانت شوق نہ ہو نہ ہو جو اشکبار ہو

چھانے کے دل میں کب سے کھٹکتی ہے ایک پھانس
راہ عرب ہو اور کوئی نوک خار ہو

پلکوں سے چنکے۔ آنکھ میں کھبوں ہیں شوق سے
روضے کا پھول ہو۔ کوئی تنکا ہو۔ خار ہو

رو رو کے ضبط گریہ کی بھی کھوئی آبرو
اکثر نہیں کہا تھا دیدہ تر اشکبار ہو

اب تک تو خامشی ہے اکیلی ابھی راز
ڈر ہے کہ خامشی سے نہ راز آشکار ہو

رو رو کے بھر بھی جائیں تو رونے کی خوشہ جا
چڑھکر فلک پہ ابر بہار اشکبار ہو

معلوم ہے بساط مجھے چشم شوق کی
اتنی تو ہے کہ فرشِ رہ انتظار ہو

حافظ اب ایسی درد بھری پڑھیے غزل
ہر آنکھ اشکبار ہو۔ دل بیقرار ہو

رحمت سے نا امید نہ امیدوار ہو
اک اک امید دل کی ہو ٹوٹے ہزار ہو

دھڑکا ہے میرے دل کو شب گور میں بھی
ایسا نہ ہو کہ یہ بھی شب انتظار ہو

دیوانے کو تو کہتے ہیں مطلب کا ہوشیار
دیوانگی ہی کیوں ہو اگر ہوشیار ہو

الانتظار اشد من الموت ہے عجب
ہر چند موت ہی کا نہ کیوں انتظار ہو

بے اعتبار زیست تو اتنی عزیز ہے	اللہ جانے کیا ہو اگر اعتبار ہو
دنیا کو بانٹتا ہو جو دنیا کی نعمتیں	اللہ اوسکو نانِ جویں خوشگوار ہو
جسکو نہ آسکے موت سے پھر زندگی کے دن	جو مر کے پار ہو نہ سکے۔ پھر کے پار ہو
ہر ذی حیات کو تو حرم امن کا مقام	اِک مرغ دل مرا کہ حرم کا شکار ہو
دنیا کو ایک بار نہ اچھا کہینگے ہم	دنیا اگر ادھر کی ادھر لاکھ بار ہو
آنکھوں میں خواب آئے وہ آجائیں خواب میں	یارب کبھی تو جنبشِ درِ انتظار ہو
کچھ شرم ہو تو ڈوب مریں ہم خطا شعار	ہم سے خطا ہو اور کوئی شرمسار ہو
پھولے ہیں میرے پاوں خوشی سے۔ ورم نہیں	مجھ پر نہ خندہ زن ہو جو زائر سوار ہو
پشتارۂ گناہ کو کس طرح لے چلے	مردہ جب آپ چار کے کاندھے سوار ہو

سر میں جنون، پاؤں میں بیڑی ہیں گلے طوق
حافظ کی طرح کوئی نہ دنیا میں خوار ہو

تیرے مہجور کی یوں انجمن آرائی ہو	بیکسی ہو غمِ دل ہو شبِ تنہائی ہو
حسن بے پردہ جو مصروفِ خود آرائی ہو	دیکھکر محو نہ کیوں چشمِ تماشائی ہو
حسنِ معصوم تو پردے سے نہ نکلے۔ لیکن	عشق بیچارے کی شامت اگر آئی ہو
ایک بوسہ درِ اقدس کا اگر مل جائے	سجدۂ شکر میں مصروف جبیں سائی ہو

خواب، دیکھا کوئی تو کیا، جو نہ دیکھا تو کیا
آپ کے دیکھنے کو آنکھوں میں نیند آئی ہو

پیشوائی تو ذرا۔ اپنی قضا کی کر لوں
کہ اسی بھیس میں شاید وہ ادا آئی ہو

جس جگہ دیکھو، تمھیں تم ہو، تمھارا چرچا
توبہ توبہ، یہ کہے کون کہ ہرجائی ہو

درد، ناصح کو ہو معلوم کسی کے دل کا
عشق کی چوٹ اگر اوس نے کبھی کھائی ہو

مارنا اور جلانا اوسے کیا مشکل ہے
جس کی رفتار، قیامت کو لگا لائی ہو

دردِ سر کھونے کی ترکیب ہے اوس در پر
نہ رہے نام جبیں، اتنی جبیں سائی ہو

دیکھیے، بیخودیِ عشق دکھائے کیا کیا
خود نما حسن اگر مستِ خود آرائی ہو

دل جو پہلو میں تڑپتا ہے مرے سے لے کر
نگہِ ناز کی برچھی نہ کہیں کھائی ہو

ہیں وہ بیدرد جو نمک دیتے ہیں رونے کی جگہ
گدگدانے سے جو زخموں کو ہنسی آئی ہو

ایسے مرنے میں جو لذت ہے وہ جینے میں کہاں
اوس طرف آپ، ادھر میری قضا آئی ہو

حافظِ گوشہ نشیں! ہاتھ سے دل تھامے ہو
اون کا تیرِ نگہِ ناز نہ ہرجائی ہو

کیا کہوں میں رتبۂ والائے لطف اللہ شاہ
فہم سے بالا ہیں خوبیہائے لطف اللہ شاہ[۵]

کر لیا پردہ مگر ہو دیکھنے والا اگر
دل کی آنکھوں سے نظر آ جائے لطف اللہ شاہ

فضلِ احمد نوجواں اب صاحبِ سجادہ ہے
شکر ہے خالی نہیں ہے جائے لطف اللہ شاہ

بزمِ عالم میں کہیں ڈھونڈے نہ پاؤ گے مگر
دل کے آئینے میں ہے تمنائے لطف اللہ شاہ

دل کی ظلمت ہو گئی کافور بیعت جس نے کی
چھا گیا نورِ رخِ زیبائے لطف اللہ شاہ

اپنی صحبت کا مریدوں کو نہ کیوں پہنچائے فیض
پیر کا جب فیضِ صحبت پائے لطف اللہ شاہ

بزمِ حال و قال میں یہ حال ہے یہ قال ہے
ہر طرف ہے شور برپا ہائے لطف اللہ شاہ

حب کے تم مطلوب، رب کے طالب و مربوب ہو
رب کو پا جائے جو تم کو پائے لطف اللہ شاہ

فضلِ باری، فیض جاری، ذوقِ دیں لطفِ الٰہ
پائے وہ سب کچھ جسے مل جائے لطف اللہ شاہ

اچھے اچھوں سے ہے اچھی قسمت اوس بیمار کی
درد بھی دے، چارہ بھی فرمائے لطف اللہ شاہ

حافظِ خاکی ہے یا رب خاک ہونے کے لیے
خاک ہو کر بھی ہو خاکِ پائے لطف اللہ شاہ

خدا کے واسطے ساقی! ادھر بھی ایک نگاہ
پکارتے ہیں ترے تشنہ لب تراہ تراہ

شعاعیں مہر کی ہیں نیزہ، نیزہ کا ہے ماہ
غریب قافلہ ہو جائے پیاس سے نہ تباہ

یہ گرم ریگ، یہ تپتی زمیں، یہ وادی
پناہ دھوپ سے ملتی نہیں خدا کی پناہ

نہ جائے پائے اقامت، نہ کوئی راہِ گریز
کوئی مقر ہے نہ کوئی مفر معاذ اللہ

تصور کے سامنے ہے اک سماں قیامت کا
کمر ہے ٹوٹی ہوئی، پیٹھ پہ ہے بارِ گناہ

بس اک نگاہِ کرم کا اشارہ ہو جائے
کہ بارِ پشت بدل کر ہو خود ہی پشت و پناہ

ہمیشہ ہنس رہا ہوں مگر رو رہا ہے دل میرا
ہے واہ واہ مرا ورد اور ہیں اُنّو آہ

وہ حالی ہے کہ وہ حالی بھی دی نہیں جاتی
گلے نے بیٹھ کے روکی ہے راہِ واویلاہ

میں تیرہ بخت ہوں کیا جانوں روزِ روشن کو
سیاہ روز ہوں۔ دیکھی نہیں کبھی شبِ ماہ

شبِ الم کی ہے یا روزِ غم کی ہے تمہید
مرے حساب میں ہیں ایک سے ہی شام و پگاہ

مرے نوشتے میں جو رات ہے۔ اندھیری ہے
مرے نصیب میں جو دن لکھا گیا وہ سیاہ

لگی ہے رنگِ تغزل کی دُھن سے مرے دل کو
میں رند مست ہوں۔ خامہ مرا ہے نامہ سیاہ

غزل

ہمارے درد سے ہو جانے آج سب آگاہ
خدا کا شکر۔ نہ دی جس نے ہم کو طاقتِ آہ

اوٹھوں تو درد۔ جو بیٹھوں تو گردِ منزل گاہ
اوڑوں تو ہوش کی صورت۔ تھکوں تو شل نگاہ

کہاں نکل کے چلیں دردِ ہجر میں دل سے
کہاں بھٹکتی پھرے گی اندھیری رات میں آہ

یہ منہ پاٹھ چلے ہم جنوں میں صحرا کو
قطاریں باندھ کے کانٹے کھڑے ہے سرِ راہ

ہے اعتدال بھی ممکن۔ جو ساتھ ہوں معقول
کبھی نفس کی ہے سردی۔ کبھی ہے گرمیِ آہ

لگا دل کا لگاتا ہے آگ پانی میں
لے چلے ہو رہتے ہیں اشک و شعلۂ آہ

زباں سے نکل جائے درد کی لذت
مزہ تو جب ہے کہ دل میں ہو واہ۔ لب پر آہ

ادائے شکر کی خاطر زبان تک نہ ملی
دہانِ زخم کی۔ خالی ہے خلق میں افواہ

کسی کے تیرِ نگہ سے ہوا ہے دل زخمی
ہے دل کے زخم کا پھاہا کسی کا تیرِ نگاہ

دھرا ہے کیا دلِ ویراں میں اب اجڑنے کو
یہ گھر وہ ہے کہ تباہی بھی آکے ہوگئی تباہ

پڑا ہوا ہے دل سرِ راہ مثلِ نقشِ قدم
ستائیے مجھے آکر میں تک رہا ہوں راہ

کریں جو آپ ضیافت قبول حضرتِ عشق
بھنا ہوا یہ کلیجا یہ دل ہے بسم اللہ

دکھائی دیگا ابھی سرنگوں دلِ خالی
نہ دیکھنا دلِ حسرت زدہ کو بھر کے نگاہ

ہے خاکساروں کو معراج گر سلامت ہے
وہ نیچے نیچے سے دامن وہ نیچی نیچی نگاہ

ہماری چشمِ ندامت کے ہاتھ ہے حافظ
ہماری فردِ عمل کا سفید اور سیاہ

ابھی کچھ اور بھی ساقی سے عرض کرنا ہے
وہ یہ کہ دیدے مجھے ساغرِ شرابِ نگاہ

وہ بیخودی ہو۔ وہ مستی۔ وہ خود فراموشی
پلٹ کے آپ میں آنے کی بھول جاؤں راہ

پلٹ بھی آؤں کبھی آپ میں جو بھولے سے
تو یاد آئے نقطہ اک شرابِ وقت پگاہ

کہ جسکو پیتے ہی دنیا کو بھول جاؤں میں
بس ایک نغمۂ توحید یاد ہو دلخواہ

مطلع

ہے جمع و تثنیہ سے پاک حضرت اللہ
ہے بت کی جمع بتاں الٰہ ہے جمع آلہ

وہ فرد ہے وہ صمد۔ وہ احد ہے وہ واجب
بجا ہے لیس کمثلہ شیء لیس سواہ

خرد نے غوطے لگائے بھی۔ غوطے کھائے بھی
پہنچ گئے ہیں جو تہ کو۔ ملی نہ اونکی تھاہ

جو سینہ ہے وہ ہے منظر شہودِ وحدت کا — جو دل ہے وہ آئینہ لا اِلٰہ اِلّا اللہ

شہیدِ خنجرِ وحدت کو دل سے ہے مرغوب — اذاں میں اَشْہَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللہ

بُتِ سرآئے جیسے سبزِ عالم تنزیہ — نظر نہ آئیں اسے پھر نظائرِ اشیاء

ہمیں خبر ہوئی کب دل کے ٹوٹنے کی جب — نکل چکی تھی صدا اِلّا اِلٰہَ اِلّا اللہ

سوائے توبہ کوئی مفت بھی نہیں گاہک — میں لیکے جاؤں کہاں بیچنے کو جنسِ گناہ

خبر نہ تھی کہ ہے اتنا بلند بابِ قبول — اٹھا جو دستِ دعا۔ ہاتھ پھر رہا کوتاہ

دعا و توبہ سے حاصل نہیں۔ نہ ہو جبتک — وسیلۂ کرمِ حضرتِ رسول اللہ

رسول تک بھی پہنچنے کے واسطے ہے ضرور — کہ واسطہ ہو کوئی عارف و ولی اللہ

ولی کو ڈھونڈھے۔ اگر جستجو نبی کی ہو — طلب نبی کی کرے جو ہو طالبِ اللہ

رہے نہ پیش نظر کیوں سفر سے منزل گاہ — مطلع — رفیق بنکے جو توفیق گھر سے ہو ہمراہ

پھر آئی یاد علی پورِ پاک کی درگاہ — مطلع — ہے دل میں جوشِ تمنا سے شور و اشتیاق

وہ خانقاہ سے ملے بھی ہو جسے سلسلے بھی — دلوں کے حق میں صفا تپلیوں کو نور نگاہ

صفا کو دیکھتے۔ ڈرتی ہیں شوق کی آنکھیں — پھسل نہ جائے کہیں جا جاتے پاسنے نگاہ

وہ بزمِ نور ہے منزہ دل ہے فرشِ نورانی — بچھا کے بیٹھے لائی ہے چاندنی شبِ ماہ

نصیب ہو نہیں سکتی وہ سہے توجہ شیخ — اگر یہ شیخ ہو کر نہ دل کو دل سے راہ

مرید کو ہے لقائے دوام کی بہ سند — کہ شیخ میں ہو فنا شیخ ہو فنا فی الله
نگاہ رکھتے ہیں نادیدنی سے آنکھوں کو — یہی نہیں نہ کسی دن معاینے کے گواہ
میں آج کسکا ہوں مداح۔ کون ہے ممدوح — میں ناشناس، وہ حق آشنا، خدا آگاہ
مقلدِ حنفی، حاویِ اصول و فروع — محدثِ سندی، حافظِ کلام اللہ
وہ کون جس کی غلامی کا فخر شاہوں کو — ہیں کون۔ اوسکے غلاموں کا بندۂ درگاہ
وہ کون۔ شاہِ جماعت علی۔ مرا ممدوح — ہیں کون۔ حافظ۔ ناچیز عبدہٗ و فداہ
علی کا چاند۔ علی پور میں ہے جلوہ فروز — نہ کیوں ہو ماند شبِ تار سے یہاں شب ماہ
وہ آکے چکھ لے۔ علی پور سیداں میں مزہ — ہو آبِ چشمۂ کوثر کی جسکے دل کو چاہ
پڑا ہے راہ میں نقشِ قدم جو زائر کا — وہ اور زائروں کے واسطے ہے چشم براہ
مرید نے جو سفر پر عدم کے۔ باندھی کمر — رفیق بنکے ہوا حسنِ خاتمت ہمراہ
حضور! حاجتِ حاضر کی اب اجازت ہو — تو ایک مطلعِ روشن لکھے یہ نامہ سیاہ
مطلع جو مرتبے ہیں تمہارے۔ ہوا ونسے کون آگاہ — یہ کیا ہے کم کہ ہو ذریتِ رسول اللہ
قصور کا جو سبب ہے۔ وہ کہتے ڈرتا ہوں — کہیں گناہ سے بدتر نہ ٹھہرے عذر گناہ
اگر مرض ہو تو عیدین و جمعہ کی نہیں فکر — اگر سفر ہو تو ہے قصر کی کھلی ہوئی راہ
میں کیا کہوں کہ مسافر بھی ہوں مریض بھی — ہے کیا قصور۔ اگر یہ قصیدہ ہے کوتاہ

بہت گو مرید نہیں ہوں مگر ارادت ہے — جو گھر سے کھینچ کے لائی ہے مجھکو تا درگاہ

ہیں کیا کہوں کہ مرے دل کو اک محبت ہے — تمہارے چاہنے والوں کے ساتھ خواہ مخواہ

اوٹھکے بیٹھے ہیں سکتے تمہارے کوچے میں — ہر ایک نقشِ قدم پر کئی ہیں نقشِ جباہ

ترا مقام ہے حدِ نگاہ سے برتر — فلک ہے فلسفیوں کی نظر میں حدِ نگاہ

ہو آفتاب کا ذرہ۔ پڑے جو تیری نظر — اک آفتاب ہو ذرہ۔ پہ پڑے جو تیری نگاہ

ہزار دل جانیں لگی ہیں تمہارے قدموں سے — صدا نکلتی ہے ٹھوکر سے قم باذن اللہ

تمہارا سایہ تمہارے مریدوں کے سر پر — خدا کے سایے ہیں تم۔ بلکہ خود ہو ظلِ الہ

ادا نہ ہوگا کبھی حقِ مدح اے حافظ — سخن کو طول نہ اب دیجیے۔ سخن کوتاہ

کلام پاک میں ہے استجب لکم وعدہ — اوٹھا کے ہاتھ دعا مانگیے کہ یا اللہ

اس انجمن کے ہوں جلسے ہمیشہ سال بسال — اسی بہانے سے میری طلب ہو گاہ بگاہ

درد میں اک صبر کی سِل چاہیے — اور پتھر شیشۂ دل چاہیے

مرتے دم دل میں یہی ارمان ہو — آپ کے ارمان میں دل چاہیے

جب قیامت کو قیامت کی ہو دھوپ — ہم کو ظلِ ذاتِ بے ظل چاہیے

رحمت اوسکی دیتی پھرتی ہے صدا — میں ہوں سائل۔ مجھکو سائل چاہیے

تم سما سکتے ہو دل میں یا نہیں
امتحانِ وسعتِ دل چاہیے

ڈوبنے والے تو ہونگے سر کے پار
تیرنے والوں کو ساحل چاہیے

ایک دن کھل جائیگا کھوٹا کھرا
جو عمل ہو بے غش و غل چاہیے

ایک دل ہی جسکے ہیں لالے پڑے
غم کو ہر روز اک نیا دل چاہیے

جب کھلیں دیوانگی کی خوبیاں
عقل اچھی طرح زائل چاہیے

قبر کی دید جگہ رہنے کے پاس
کچھ تو ہلکی پہلی منزل چاہیے

طرح مشکل اور حافظ بے سواد
فکرِ غالب۔ طرزِ بیدل چاہیے

تجھکو کیسا غمزدہ دل چاہیے
اور انکو تو اک عیش منزل چاہیے

توڑیے یا جوڑیے۔ ہے اختیار
مفت حاضر ہے۔ اگر دل چاہیے

جیسے سائل کو کرم کی ہو تلاش
یوں کرم کہتا ہے سائل چاہیے

کون ہے میرا دلِ وحشت زدہ
کس کو ایسا گھر سے غافل چاہیے

تجھ بلیں رونے۔ تجھ بیں رونے کی بہار
اور پھر کیا تجھکو اے دل چاہیے

اگر کے پتھر کا کلیجا دے دیا
جب بسنا دل چاہیے۔ دل چاہیے

میر تیرِ مژگاں سہنے کے لیے
اک رگِ جاں اک رگِ دل چاہیے

کھنچتی ہی پل بھر میں روٹھنے کی شبیہ — ایک چشم شوق کا تل چاہیے

خواب میں آجائینگے وہ بے حجاب — سونے والا خوب غافل چاہیے

دل کو ہی دل آشنا درکار درد — درد کو درد آشنا دل چاہیے

مثلِ حافظ کوئی ملنے کا نہیں
بیکمالی میں جو کامل چاہیے

اودھ بستے جاتے ہیں پھر کر نہ آنے کے لیے — ہم سفر کرتے ہیں اپنا گھر لٹانے کے لیے

چشم سرگوں اونکا پردہ ہی سرتے ناگوار — ہو دکھانے کے لیے یا منہ چھپانے کیلیے

کل رہینگے دو بیک تکیہ ہی تکیہ آس پاس — ڈھونڈتے ہو آج اک تکیہ سرھانے کیلیے

مردتے رستے دونوں آنکھوں کی ہی مٹی خراب — تھیں ہی تو اونکے رستے میں بچھانے کے لیے

جتنے بوسے۔ جتنے سجدے تھے مری تقدیر کے — سب اوٹھا رکھے کسیکے آستانے کے لیے

اب کہاں لیجاکے پھوڑے قسمت اک شوریدہ سر — سر کو رکھا تھا نہی کے آستانے کے لیے

حسن پہ دل مر رہا ہی۔ ایک دن مرجائیگا — تھا یہ آنے کے لیے آنا ہی جانے کے لیے

غش ہی یا کوئی تماشا۔ جلد لے آ۔ اے صبا — لخلخہ زلف معنبر کا سنگھانے کے لیے

خاک اوڑا کر عمر بھر جب مل گئے ہم خاک میں — آندھیاں آئیں ہماری خاک اوڑانے کیلیے

بلبلیں دیوانی ہیں، کردن کو آئی ہی بہار — تنکے چنتی پھر رہی ہیں آشیانے کے لیے

جاگ کر ہم مر گئے دیدار کے ارمان میں
نیند کے بدلے کبھی تھی موت آنے کے لیے

جائیے طیبہ کو جیتے۔ آتے ہی مر جائیے
جان جانے کے لیے ہے موت آنے کیلیے

تم تو جانِ جاں ہو۔ تم پر کیوں نہ ہوں جانیں فدا
شمع جلتی ہے۔ تو پروانے جلانے کیلیے

تجھ وہ بے پردہ۔ مگر ہم دیکھنے پائے نہیں
خواب ہی میں رہ گیا تھا غش بھی آنے کیلیے

اُنکا پردہ اُٹھتے ہی حافظ میں شادی مرگ تھا
رہ گئی تھی موت اسی پردہ میں آنے کیلیے

دیں ادائیں تمکو حق نے دل لبھانے کیلیے
ناز جو تم کو دیے وہ خود اٹھانے کیلیے

آ گیا دل مصطفیٰ پر۔ تھا جو آنے کے لیے
جائیگی اب جان۔ جو آئی ہے جانے کیلیے

بے تکلف گھر۔ کھلے دروازے۔ آنکھیں منتظر
تجھکو مانع کون تھا اے نیند آنے کے لیے

صاف بھی۔ صد چاک بھی ہے دل اگر لے تو پسند
اپنا شانہ۔ اپنا آئینہ بنانے کے لیے

آہ کہتی ہے مجھے سمجھو صدائے بازگشت
چرخ تک جاتی ہوں دل میں پھر کے آنے کیلیے

اپنے مرنے والے کو اب یاد فرمائیں حضور
نزع میں کچھ ہچکیاں باقی ہیں آنے کیلیے

خلوت اسکا نام ہے وہ دل میں ہوں۔ نظروں میں ہوں
بند ہوں آنکھوں کے دروازے چھپانے کے لیے

زائروں کو دیتے ہیں یہ کہکے جنگل خاک کی
تو جواہر سرمہ آنکھوں میں لگانے کے لیے

درد سے آہیں بھریں تڑپا کیے تھوکا لہو
اب کلیجا رہ گیا ہے منہ کو آنے کے لیے

اونکے در پہ جبہ سائی کس بہانے سے کریں
دردِ سر ملتا نہیں مجھ کو گھس لگانے کیلیے

دونوں آنکھیں دیکھتی رہتی ہیں سنا نیند کا
نیند کو رستا نہیں ملتا ہے آنے کیلیے

اور چہ دے اوٹھ گئے۔ حیرت کے سبب پردے کی ہو
چھوڑ رکھا ہے اسے کس کے اوٹھانے کیلیے

بیزار ہوں میں۔ مجھے چپکے سے دید و چپ کی دوا
اور سب آئے ہیں دردِ دل سنانے کیلیے

دوستو اس کو وصیت حافظ دلگیر کی
یاد رکھنا ہم کو بھی دل سے بھلانے کیلیے

اونکے دیوانوں سے کچھ رونق بیابانوں میں ہے
انکے دیوانوں کے دم سے شور زندانوں میں ہے

جتنے گل تھے۔ جتنے گلبن تھے وہ سب آپ ہی تھے
ابتو سیرِ دشت کا اپنے بیگانوں میں ہے

ہند میں ہیرا تن لاغر ہو مردہ سا پڑا
روح دیوانی سی ظلمت کے بیابانوں میں ہے

تھی تمہارے دم قدم کی رونق اسمیں جتنی تھی
دل کے ٹکڑوں کی گنتی اب تو ویرانوں میں ہے

کیا بنایا۔ کیا بگاڑا اپنے کپڑے پھاڑ کر
اونکے دیوانوں کا سر اپنے گریبانوں میں ہے

کرتے ہیں احسان پر احسان۔ پھر گنتے نہیں
یہ بھی ایک احسان اونکا لاکھ احسانوں میں ہے

کیا خبر کسکا دلِ وحشی اولجھ کر رہ گیا
بال بال اب دیکھئے ہو گا پریشانوں میں ہے

جنکے دامنوں میں ہیں لاکھوں کروڑ دھاگا سا
اتنی وسعت اونکے نیچے نیچے دامانوں میں ہے

کچھ نہ بولا محتسب۔ پانی سمجھ کر پی گیا
ہو گئی تنگ جو رندوں کے پیمانوں میں ہے

لاکھ زنجیر دلوں کی زنجیر ایک موج بو زلف — لاکھ دانا دل کا دانا جسکے دیوانوں میں ہے

یا خدا کس روز بر آئیگی یہ دل کی مراد
کب بنینگے ہم کہ حافظ اونکے دربانوں میں ہے

عقل کی مخفی امانت اونکے دیوانوں میں ہے — عقل کا پردہ چھپانا چاک دامانوں میں ہے
جان سے پیاری ہیں مجھکو بے سروساماں — ایک ایک اونمیں کی میرے میر سامانوں میں ہے
یا محمد مصطفیٰ کی رٹ نہ بھولی بھول کر — نام کا ملوانا بھی ایک اونکے دیوانوں میں ہے
اک ذرا جلنے کو جانا اک ہی شمع جمال — طاقت پرواز جبتک اونکے پروانوں میں ہے
چند قطرے چشم تر سے گر کے ہر جا بٹ گیا — آنسوؤں کا بھی کوئی طوفان طوفانوں میں ہے
لال ڈوری والی آنکھیں جسکی نظروں میں بسیں — سب پیے وہ مست ہیں گھر بیٹھے میخانوں میں ہے
ایک ٹھوکر تیری کھا لینگے تو جیدا آ جائیگا — اب بھی اتنی جان باقی تیرے بیجانوں میں ہے
گرد شمع روشن پروانوں کا اتنا ہجوم — عاشقان مضطرب کی روح پروانوں میں ہے
دل آئی دل میں لے [illegible] — پردہ دل کی مزیدار اک صدا کانوں میں ہے
جب سے محبوب [illegible] — پھر وہ پردہ در بندہ پھر بندہ ہی انسانوں میں ہے
دیکھ جا [illegible] شمع کی [illegible] — قدرتی خو جالپٹنے کی جو پروانوں میں ہے

لاج حافظ کی بھری محفل میں رکھ لیجئے حضور

مجرمانِ عشق ہیں۔ آلودہ دامانوں میں ہے

ہم سے دیوانے گدا اور غنی کا در ہے
کبھی کھانے کو ہے ٹکڑا تو کبھی ٹھوکر ہے

گھر سے باہر بھی نہیں گھر ترے دیوانے کا
گھر کا تو ذکر ہی کیا۔ آپ بھی باہر ہے

جس کو تھے جان سے ابرو کے اشارے پیارے
چھوٹ کر خنجرِ ابرو سے یہ خنجر ہے

کیا عجب داخلِ دفتر ہو مری فردِ گناہ
یہ تو اک فرد ہے۔ رحمت کا بڑا دفتر ہے

ہم تو جب جانیں کہ ہو اس میں خدا کا دیدار
دلِ شوریدہ کو دعوائے انا المحشر ہے

اونکی خاکستر در ہے مرے حق میں اکسیر
مجھکو مل جائے جو اکسیر تو خاکستر ہے

تو جسے چال دکھا دے اوسے ہو نیند حرام
سوتے مردے کو جگا دے۔ وہ تری ٹھوکر ہے

ہے قناعت کی وہ دولت کہ جو ڈھائے چوری
اوسکی چاندی ہے جسے نفرتِ سیم و زر ہے

تیغِ ابرو کی برش۔ نیزۂ نگہ کی بوچھار
اپنے دل۔ میرے کلیجے کے سر آنکھوں میں ہے

جارہی ہیں کرۂ نار میں ہو کر آہیں
ڈر اوڑا دیں کہیں گردوں کے دھوئیں۔ یہ ڈر ہے

آج دم خشک لبوں کا ہے بلا سے لب پر
کل قیامت کو وہی دم ہے۔ لبِ کوثر ہے

کیا کروں شیشۂ دل پر نہیں رکھی جاتی
صبر کی سل ہے کہ بھاری سا کوئی پتھر ہے

دشتِ طیبہ میں کفن بھی نہ ملیگا اوسکو
اپنے جامے سے جو دیوانہ ترا باہر ہے

لکھے جائینگے سیہ نامۂ اعمال کہاں
ایک چھوٹی سی بیاضِ سحرِ محشر ہے

خانۂ دل میں بڑے شوق سے آؤ جاؤ
دل میں گھر جس نے کیا۔ آپ کا چاکر ہی

غم کے صدموں کو نظر او جو پڑے ہو دل پر ہی
لوٹنے والے سمجھتے ہیں کہ اونچا گھر ہی

بانی آپ کے دیدار کا بھوکا کوئی
ٹکٹکی دیر سے باندھے ہوئے سوئے در ہی

تیرے دیوانے رہا کرتے ہیں گھر سے باہر
گھر سے باہر جو ہی۔ گھر ہی اونہیں گھر باہر ہی

آپ دیں حکم تو پہلو سے نکل جاتے ہیں
آپ چلیں ساتھ تو دل اس سے بھی کب باہر ہی

اپنی مٹھی میں دبا لو مرے مرغِ دل کو
چھوٹ جائیگا تو اڑ جائیگا مشت پر ہی

لے بھی چل ساتھ۔ مری خاک مدینے کو صبا
اسکی مقدار ہی کیا خاک ہی۔ مٹھی بھر ہی

پرتوِ نور الٰہی سے ہی تسلی دوہری
آپ کا آئنہ تقدیر کا اسکندر ہی

درد دیتا نہیں سر پیٹنے کی بھی مہلت
اب تو اک ہاتھ جگر پر ہی تو اک دل پر ہی

ٹوٹنے پھوٹنے سے گھر کو بچائے رکھنا
میرے دل میں۔ مری آنکھوں میں تمہارا گھر ہی

اک ترا نقشِ قدم ہی جو پڑا پتھر پر
اک مرا نقشِ جبیں ہی جو ترے در پر ہی

پاک ہو جائیگا اب دامن تر سے پلا
سوچ پر آئی ہوئی آج تو چشم تر ہی

سرِ شوریدہ کو ہی تیرے قدم سے سروکار
اور بدنام مرا سجدۂ سنگِ در ہی

جو کھڑے ہیں۔ ابھی گر جائینگے سجدے میں
منتظر آپ کے آنے کی صفِ محشر ہی

اوسکے جلوے سے نہ پایا کوئی گھر در خالی
پھر بھی اوسکا نہ کہیں گھر ہے نہ کوئی در ہے

ہجر طیبہ میں نہ گھبراؤ بہت اے حافظ
خود بلا لینگے وہ تقدیر اگر یاور ہے

سنتے آتے ہیں کہ بیمار کا حال ابتر ہے
اور بدتر ہو جو احوال۔ بہت بہتر ہے

گو جبیں کو تو سر سجدۂ سنگِ در ہے
لب یہ کہتے ہیں کہ بوسہ ہی بہت بہتر ہے

ہائے وہ کوہ عرب۔ ہائے وہ صحرائے عرب
ہند میں گھر ہے تو کیا خاک ہے کیا پتھر ہے

دیکھکر دیدۂ تر ابر ہے پانی پانی
اشک سے گوہر شہوار عرق میں تر ہے

ایک ناچیز کو ٹھکراتے چلے جاتے ہیں
کہتے جاتے ہیں کہ یہ ٹھوکر دل کا خوگر ہے

نیک و بد پر ہے توجہ شہ دیں کو یکساں
جو نظر اون کو ہے کس پہ۔ وہی نا کس پر ہے

غیر تو غیر ہیں اپنے بھی پھٹکتے نہیں پاس
بیکسی! ایک ترا ہاتھ مرے سر پہ ہے

قفسِ تن سے ہو اوڑجانیکو پھر بھی طیار
مرغ جاں خیر سے پر دار نہیں بے پر ہے

مرتے جاتے ہیں وہی جن کو ہے جینا پیارا
وہی مرتا نہیں۔ آمادہ جو مرنے پر ہے

ایک ہے شوقِ زیارت کہ بھرا ہے دل میں
ایک ہی صدمۂ فرقت کہ مرے دل پر ہے

کہوں کس منھ سے۔ کبھی خاکِ حرم پر سر تھا
اب تو ہے ہند کی خاک اور مرے سر پہ ہے

اور کچھ خاک نہیں۔ گور میں ہے خاک ہی خاک
وہی مسند۔ وہی تکیہ ہے۔ وہی بستر ہے

حسرت آتی ہے جو دل ہیں وہ نکلتی ہی نہیں
یہ کوئی بھول بھلیاں ہے کہ دل کا گھر ہے

نہیں معلوم کہاں ہوگی جبیں نقش پذیر
یا در بتکدہ پہ یا در مسجد پہ ہے

دانت بھی پیسنے کو اب تو نہیں ہے حافظ
نشتر مرگ کا دانت اب تو رگ جاں پر ہے

ملک الموت کا پنجہ رگ گردن پہ ہے
ابھی معلوم نہیں ہے کہ یہ کس کا گھر ہے

صنعت مردم چشم آنسوؤں کی چادر ہے
خانۂ چشم کہوں یا کوئی پتلی گھر ہے

اب تو پھر سے دل خستہ کا یہ حال ابتر ہے
شرم آتی ہے یہ کہتے کہ خدا کا گھر ہے

ٹوٹنے ہی کی صدا ہو جو ضعف سے بات
ٹوٹتی مہر خموشی جو مرے منہ پہ ہے

سنگدل سے والوں کے کیا حال کہیں کیسے کا
چوم کر ہم جسے آئے ہیں وہ اک پتھر ہے

جس جگہ جل جاتے ہیں تیور وہ ہے جلوہ تیرا
جس سے تیور آتی ہیں آنکھیں۔ وہ ترا تیور ہے

عشق سمجھا تھا کہ ہم حسن کے لوٹینگے مزے
عشق کو لوٹ لیا حسن وہ غارتگر ہے

چار دیوار عناصر میں ہے دم جیتے جی
جس میں دروازے کے نام ایک اجل کا در ہے

مرنے والوں کو وہ دیتے ہیں دعا۔ جیتے رہو
اب کسے کون کہ جینا تو نہیں دو بھر ہے

اون کی چوکھٹ جو گھسی۔ جانکی کس کے اٹھے
سر رگڑنے کے لیے پھر پڑی در پہ ہے

پھر سے اعجاز ہیں ایسے کہ نہ دیکھے نہ سنے
جو نہ دیکھے نہ سنے ان کو۔ وہ کور و کر ہے

منہ پھولائے ہوئے رہنے کا سبب کچھ نہ کھلا
پاس غنچے کے تو زر سنتے ہیں مٹھی بھر ہے

مجھکو ٹھکراتے نہیں وہ یہ سمجھکر شاید
کوئی ٹھوکر نہ لگانا۔ یہ بڑی ٹھوکر ہے

فقرا کو نہیں اکسیر کی۔ پارس کی تلاش
دل تو انگر ہو تو وہ خاک ہے۔ یہ پتھر ہے

تیغ ابرو کے ہوا ک وار ہیں وارا نیارا
دلِ حافظ تو ہی چورنگ مضطر ہے

یہ کس کے گیسوئے عنبر فشاں کو چھو آئی
کہ بوئے ناز لیے ساتھ۔ ناز بو آئی

درود کا بھی ادب ہے۔ امید دید بھی ہے
کہ نیند بھی نہ کبھی مجھکو بے وضو آئی

بغل میں بیٹھے مرے دل نے خوب پیار کیا
خدا کے پیارے کی جب دل میں آرزو آئی

زبانِ قال نے اون سے نہ کچھ کہا نہ سنا
زبانِ حال سے آئی۔ جو گفتگو آئی

کسی نے بات بھی پوچھی نہ خاکساروں میں
جب آئی۔ خاک میں ملنے کو آبرو آئی

پھٹی پرانی ہے عریاں تنی کی اک پوشاک
کہ عمر بھر نہ کبھی نوبتِ رفو آئی

تلاش دوست کی تھی جو خلش۔ وہ آخرِ کار
ٹٹولتی ہوئی میری رگِ گلو آئی

گلے میں دم جو گھٹا صدمۂ جدائی سے
دم اون کے قرب کا بھرتی رگِ گلو آئی

وضو سے ہم نے طہارت کا حکمِ پاک پڑھا
وضو کی آئی جو ترکیب۔ با وضو آئی

ہزار ہم نے چھپائی۔ چھپی نہیں کلفت
دہانِ زخمِ جگر سے لہو کی بو آئی

خزاں نے آگ لگا کر بجھا دی آتشِ گل
چمن سے خاک بسر باہر آبجو آئی

کسے جواب نکیرین کے رہ گئے حواس
شبیہ پاک جو مرقد میں روبرو آئی

تم آرزو ہو ہماری، ہمارے دل میں رہو
بس اتنی ہی سی ہمیں شرحِ آرزو آئی

ہمارے چہرے کی بے رونقی ہے رونقِ عشق
کہ جتنی آب گئی۔ اتنی آبرو آئی

پہاڑ ہو گئی حافظ کو بیکسی کی رات
نہ نیند تا تو اسے آئی۔ نہ موت تا تو آئی

بے نشاں مٹ کے بھی کب داغِ جگر ہوتا ہے
گو نہ ہونے کے برابر ہو مگر ہوتا ہے

جب کبھی دل ہدفِ تیرِ نظر ہوتا ہے
ہے جگر کا یہ کلیجہ کہ سپر ہوتا ہے

پاس بیکس کے نہیں کوئی چھٹکنے والا
اک تصور ہے کہ وہ آٹھ پہر ہوتا ہے

رات دن جس کی رہا کرتی ہے رگ رگ کو تلاش
شاہ رگ سے وہ قریب آٹھ پہر ہوتا ہے

عشق کی آگ کو اللہ سلامت رکھے
سینک لیتے ہیں اگر دردِ جگر ہوتا ہے

کہتے ہیں۔ ہوتی ہیں پچھلے کی دعائیں مقبول
شبِ غم کا کوئی پچھلا بھی پہر ہوتا ہے

بھاپ سی منہ سے نکلتی ہے جو ہر آہ کے ساتھ
بھاپ ہوتی ہے وہ یا دردِ جگر ہوتا ہے

روزنِ در سے یوں ہیں دیکھتے ہیں تابشِ حسن
کہ شعاعوں میں چھپا تارِ نظر ہوتا ہے

نہ ملی دیکھنے میں کوئی۔ نہ نہ ہو تقوے سے
بحث بیجا ہے اگر مدِ نظر ہوتا ہے

پتلیوں کا۔ دمِ نظارہ تماشا ہو نہ جا — بیچ میں سلسلۂ تارِ نظر ہوتا ہی

جا پڑیں بھی جو وہاں ہم تو اٹھائے جائیں — اور گرنے کے لیے پردہ در ہوتا ہی

آئے جبکر ہمیں گھر بیٹھے تو ہم یہ سمجھے — یہ بھی ہوتا ہی۔ وطن میں جو سفر ہوتا ہی

دوش پہ بھی ہو جو گھر صبر کریں خانہ بدوش — نام بھی گھر کا نہیں نام کا گھر ہوتا ہی

دیدۂ تر کو تو اتنا بھی نہ سوجھا حافظ
پھوٹ کر رونے سے سپکے کا بھی ڈر ہوتا ہی

جل مرا آپ۔ یہ تقدیر ہی پروانے کی — شمع! کیا بات تھی اس میں ترے جل جانے کی

مرنے والوں کو نہ پوچھے نہ کوئی یاد کرے — موت کیسی، کوئی ہچکی بھی نہیں آنے کی

خواب سے چونک پڑا میں جو وہ لا تشریف لائے — تھی وہی ایک گھڑی بخت کے سو جانے کی

اک نظر گوشۂ خلوت میں کہاں جائیں جمال — اک تمنا ہی بھی قبر میں لے جانے کی

ہند سے نکلے۔ تو مکے سے مدینے کو چلو — راہ سیدھی ہی یہ جنت کو چلے جانے کی

روز آتی رہے اک تازہ مصیبت یارب — کہ یہ تقریب ہی اچھی ترے یاد آنے کی

کل خدا جانے ہوں کس شغل میں لڑکے معصوم — آج دنیا سے ہی رخصت ترے دیوانے کی

جان کھو دی انھی ہی جان کے پروانے نے — سوختنی شمع کو ہو گی مرے جل جانے کی

تھوڑا تھوڑا بھی جو غم کھائیں تو کچھ کم ہو جائے — ورد دل سے ہمیں فرصت نہیں غم کھانے کی

سر جو پھوڑا در اقدس سے تو نکلی یہ صدا
ارے کمبخت یہ جگہ ہی مر جانے کی

دو قدم دیکھنے پائے تھے کسی کی رفتار
وہی ساعت تھی قیامت اتر آجانے کی

فی المثل پھول کی خوشبو ہے محبت اے دل
نہ چھپے گی تو نظر بھی تو نہیں آنے کی

چلی طیبہ کو یہ کہتی مری مٹھی بھر خاک
کہ ہوا بھی تو مری گرد نہیں پانے کی

شیخ جی! آج تمہیں کیوں نہ کما لو یہ ثواب
راہ بھولی ہوئی حافظ کو ہے میخانے کی

نیند آتی ہو کسی کو۔ تو نہیں آنے کی
ہے یہ تاثیر نرالی مرے افسانے کی

انتظار ایک بلا۔ شوق نظر ایک بلا
زندگی بھر۔ ہمیں اب نیند نہیں آنے کی

نقش پا بنکے گروں۔ اشک بنکے گروں
تاک لگ جائے جو اوس کوچے میں گر جانے کی

نوک مژگاں کے تصور نے کیا گھر دل میں
پھانس ڈوبی ہوئی ہے کب یہ نکل جانے کی

کبھی ہنسنا۔ کبھی رونا۔ کبھی سر دھن لینا
جو ادا ہے وہ نئی ہے ترے دیوانے کی

خواب میں آنے کا وعدہ ہے تو اب یہ غم ہے
رات بھر نیند مسرت سے نہیں آنے کی

پاؤں میں چھالا پڑے پائے تو ایسا خوش ہوں
ہو خوشی جیسے کوئی چیز پڑی پانے کی

شوق کا حکم ہے چلے چلیے۔ مدینہ ہے قریب
ضعف کہتا ہے۔ رہے راہ میں رہ جانے کی

سر شوریدہ کو کس دن کے لیے رکھا ہے
فکر اوس راہ میں کیا پاؤں کے رہ جانے کی

بات دہرہ گئی اون تک مری۔ جا جاتے
کیسی بن آئی ہی بن بن کے بگڑ جانیکی

دل لرزتا ہی جو رستے میں چھپاؤں آنکھیں
کہ یہ پلکیں کفِ نازک میں ہیں بیچھ جانیکی

رات بھر لگتی ہی ہنزار دل سے مری بیداری
کہ نہیں تم سے مری آنکھ جھپک جانیکی

منھ نہ کھلوائیے ای حضرتِ ناصح سنیئے
میری جب آپ کی باتوں میں ہنسی آنیکی

باندھ رکھ بات مری۔ دل کی گرہ میں حافظ
بات یہ راز محبت کی۔ ہی کھل جانیکی

دردِ دل! تجھکو تو خو ہو گئی تڑپانے کی
یہ بھی کیا چھیڑ ہی رہ رہ کے چمک جانے کی

ہجو سنتے رہے چپ نہ ٹھکے میخانے کی
بولتے خاک کہ تھی بات ہی پی جانے کی

یہ بھی یا رب! کوئی راحت ہی کہ بیماری ہی
راہ موتے لئے میں مرے پاؤں کو سو جانے کی

صاحبِ خانہ بنے آپ۔ ہیں مہمانِ غریب
یہ ادا بھی ہی نرالی مرے گھر آنے کی

رند بہتے ہیں۔ کسی کو بھی ذرا ہوش نہیں
کون پہنچائے خبر شیخ کو میخانے کی

متواتر۔ متوارث ہی قیامِ تعظیم
اب اوٹھانے سے نہیں رسم یہ اوٹھ جانیکی

منھ سے نکلا جو درود۔ آپ کہتا نکلا
کہ فرشتوں کو ہی خدمت مرے پہنچانیکی

مجرم ہیں چھوٹے بڑے اور عدم کا ہی سفر
گٹھریاں دو ہیں بڑی باندھ کے لیجانیکی

شمع کی کون سی خوبی ہی پتنگے کو پسند
آگ جلانے کی صفت۔ ایک ہی جل جانیکی

جان ناکام تمنا کی یہ کہتی نکلی
ہم نکل آئے تمنا نہیں بر آنے کی

مجھکو ڈھکا کے دیا غیر کو ساغر ساقی!
میری قسمت میں ہے گردش ترے پیمانے کی

رند ہیں جی میں یہ خوش۔ بند ہے منہ شیشے کا
شیشے کی لال پری تاک میں اوڑجانیکی

پہلے مرنے سے مرے جاتے ہیں مرنیوالے
ہے کچھ امید حیات ابدی پانے کی

آبرو وار دلے! یا آنسوؤں پونچھ نہ لو
چوٹ ہولی ہے بڑی آنکھ سے گرجانے کی

عمر بھر اس کا مزہ یاد رہیگا حافظ
یار کی چوٹ کبھی بھول نہیں جانے کی

بن پڑی حشر میں خوب آپکے دیوانے کی
کہ خطا تو کوئی پکڑی ہی نہیں جانے کی

کہیں وحشت سے دل تنگ نہ گھبرا جائے
دل کی تنگی سے تو وحشت نہیں گھبرانے کی

بات یہ ہے کہ ہے سب باتوں کی اک بات یہ بات
تیرے یاد آنے کی ہو یا تجھے یاد آنیکی

دیکھنے والے تڑپنے کا تماشا دیکھیں
آہ بسمل نہ جیسے مہلت نہ ہو سستانے کی

عاشقوں کے دل صد چاک میں دو نقلیں ہیں
ایک نقل آپکے آئینے کی اک شانے کی

برکتیں ہی برکت ہے کی صد ایسی آئیں
میری قسمت میں ہی چھینک تھی پیمانے کی

اون کو دیکھیگا مرے گھر تو پھر اوڑ جائیگا
ہوش کی آج ہوا اوڑ گئی ہی خبر آنے کی

پہلے مر جانے سے مرنا۔ ہے بقا بعد فنا
ایک ہی جا کی بات۔ ایک ہی جانے کی

تیری ٹھوکر سرِ شوریدہ سے بچ بچ کے چلیا
ابھی ٹھوکر تھی وہ ٹھوکر جو نہ تھی کھانے کی

ہر نہ آئیگی تو سب خاک میں مل جائیگی
پہ جو حسرت ہے کسی خاک میں مل جانے کی

خاکِ طیبہ ہی میں لیجا کے ملا دے اسعد
میری حسرت ہے اگر خاک میں مل جانے کی

میری قسمت سے گرہ وہ مری قسمت [illegible]
جو نہیں ناخنِ تدبیر سے کھل جانے کی

روزِ محشر۔ سرِ میزاں مرے آگے آئے
میں نے بھولے سے بھی کی ہو جو برائی [illegible]

محتسب کو بھی اک راگ ہے بیاد اے حافظ
اینٹ سے اینٹ بجا دیجیے میخانے کی

مے کے قطرے دیے ساقی نے تو کیا ہوتا ہے
اوس بھی کہیں پیاسوں کا بھلا ہوتا ہے

قطرۂ خوں کبھی اشکوں میں ملا ہوتا ہے
ناروا ہے یہ مگر روز روا ہوتا ہے

کھینچیے آہ۔ تو چلتا ہے دم اولٹا سیدھا
روکیے آہ۔ تو گھٹتا ہے خفا ہوتا ہے

ایک جلوے کے دکھانے سے بھی کیا [illegible]
ایک اللہ کے بندے کا بھلا ہوتا ہے

آہ ٹوٹا ہوا دل۔ آہ وہ ٹھنڈی آہیں
جب ہوا سرد چلے۔ درد سوا ہوتا ہے

زلفیں الجھی ہوئی جیں سلجھیں نہ جھگڑا و الجھیں
اوس سے پوچھو۔ جو گرفتارِ بلا ہوتا ہے

رکھے آزاد بھی دیوانۂ مفلس تیرا
دامنِ دولتِ صحرا سے بندھا ہوتا ہے

آگے آگے ہے فغاں اشک ہیں پیچھے پیچھے
ابرِ شور و فلک کا شور بپا ہوتا ہے

بیٹھے بیٹھے کیا تصور تیری صورت کا خیال
[illegible] آنکھیں بند جب ہوتا ہے

جینے مرنے کیلیے جیتے ہیں مرنے والے
مرتے مرتے ہیں کیا کچھ ایسا ہی مزہ ہوتا ہے

زخم دل زخم پہ ہنسکر یہ نمکداں سے کہا
کب ترا حق نمک مجھ سے ادا ہوتا ہے

ہاں سمجھتا ہوں وہ پردے میں چھپے رہتے ہیں
میری غفلت ہی کا پردہ تو پڑا ہوتا ہے

طالب جلوہ ہوئے ہم کہ رہیں ہوش بجا
کیا خبر تھی کہ وہی ہوش ربا ہوتا ہے

خون دل پیتے ہیں اور تیرے ہی بھر کر
حق ہے آنکھوں کا وہ قطرہ جو بچا ہوتا ہے

ناتواں ہاتھ سے دل تھام کے رہ جاتے ہیں
آستاں پہ ترے سایہ جو پڑا ہوتا ہے

درد وہ درد نہ ہو جس کی دوا جس سے شفا
آپ ہوتا ہے دوا آپ شفا ہوتا ہے

ضبط کا پاس ہو جسکو جو کبھی اف نہ کرے
اس کو دیتے ہیں وہ نالہ جو رسا ہوتا ہے

پردہ کعبہ تو لٹکا ہوا ہے لیکن
دیکھیے کون وہاں جلوہ نما ہوتا ہے

مر کے جیتا ہے جیتا ہے جو اون کے در پر
جیتے جی مرتا ہے جو اس در سے جدا ہوتا ہے

نظر آتے ہیں جدائی میں جو خاکے لاکھوں
خاک کے خاکے میں ترا رنگ بھرا ہوتا ہے

مضطرب ہوتے ہو کیوں آپ کوئی دم میں حفیظ
ناخن دست خدا عقدہ کشا ہوتا ہے

کسی سے کھل نہ سکے وہ یہ عقدہ دل ہے
کسی سے ہو نہ سکے حل وہ میری مشکل ہے

غریب رند کو خالی نہ پھیر بادہ فروش! حساب ہے۔ کبھی باقی ہے گاہ فاضل ہے

مزہ یہ ہے کہ نمک آپ کے تبسم کا ہمارے مرہمِ زخمِ جگر میں شامل ہے

کہے کوئی تجھے کس منہ سے چاند کا ٹکڑا ترے اشارے سے دو ٹکڑے ماہِ کامل ہے

مری نگاہ میں ہلکی ہے اس قدر شبِ غم کہ پوچھے کوئی تو کہہ دوں کہ آنکھ کا تل ہے

اکیلے آئے عدم سے۔ اکیلے جائینگے اکیلی جان ہماری ہے۔ دوہری منزل ہے

کہاں شراب میسر کہاں کباب نصیب ہوا ہے خون کلیجا۔ تو سیخ پر دل ہے

کسی کو چیر کے پہلو۔ دکھائیے کیونکر کہ دل میں آبلہ ہے یا خود آبلہ دل ہے

نگاہ بن کے سما جائیں شوق سے سرکار بڑا وسیع یہ چھوٹا سا آنکھ کا تل ہے

پکار رہی ہے لطافت کہ شیشہ ہے دل کا پکارتی ہے نزاکت کہ شیشے کا دل ہے

چھپانے سے کوئی شی چھپ سکی ہے شیشے میں کہ پردہ دار مرے درد کا مرا دل ہے

سمٹ سمٹ کے سمایا یہ سنگِ اسود پاک مری نگاہ میں سچ مچ اب آنکھ کا تل ہے

رہو، تو رہنے کو آنکھوں کے سات پردے ہیں انھیں بھی چھوڑ دو۔ ایک اور پردۂ دل ہے

خودی کا نام نہیں۔ بیخودی ہے چھائی ہوئی کہیں اٹھوں کہیں بیٹھوں انھیں کی محفل ہے

یہ کہہ رہا ہوں تنفس سے نزع میں حافظ
لپک کے چلیے کہ اب تھوڑی دور منزل ہے

یہ کیا۔ تغافل ہوں ایسا ہو حق بچی ہی
وہی ہی، وہی ہی وہی ہی، وہی ہی

کیا چاک دامن، گریبان پھاڑا
جنون کو۔ اسی وحشن سے دلبستگی ہی

تصور سے جب وہ گئے ہیں نکل کر
تو رہ رہ کے اک ٹیس دل میں اٹھی ہی

بھڑکتی ہی سیلاب سے آنسوؤں کے
نئی آگ ہی یہ۔ جو دل میں لگی ہی

جدھر دیکھ لیتے ہو۔ بنتی ہی بگڑی
ادھر دیکھ لو۔ میرے دم پہ بنی ہی

ہمارا نبی۔ روزِ میثاق ہی سے
خدا کا نبی۔ انبیا کا نبی ہی

ہیں عالم اٹھارہ ہزار۔ اور سب سے
جدا یہ مرا عالم بیخودی ہی

کہاں طورِ سینا۔ کہاں میرا سینہ
تجلی تو کیا۔ کوئی بجلی گری ہی

نہ نسبت۔ کس منھ سے اسا منھ ہو
ادھر دلبری ہی۔ ادھر بیدلی ہی

ہزار ادا اُس کی۔ دل نے سمجھا نا
یہ سچ ہی۔ تو پھر کیا خطا عشق کی ہی

پڑا لوٹتا ہی کوئی مرنے والا
اجل۔ مرنے والے کے سر پر کھڑی ہی

یہ ہی جان پر کھیلنا۔ جی کو رونا
محبت۔ کوئی کھیل ہی یا ہنسی ہی

وہ گنبد کی خوبی، وہ رنگت کی شوخی
نظر میں کھبی ہی تو دل میں چبھی ہی

قطعہ

مری روح قالب سے نکلے یہ کہتی
الٰہی! دعا تجھ سے میری یہی ہی

کرم سے تمھارے دونوں مژدے سناؤ	بڑی ہی تیری شانِ کریمی ہے
وہ اک مژدہ ہے فادخلی فی عبادی	پھر اک مژدہ وادخلی جنتی ہے

دریچے سے حافظ پلٹ آئے گھر کو
مقدر سے تقدیر اُلٹی پھری ہے

بظاہر تو سجدے میں گردن جھکی ہے	حقیقت میں معراجِ مومن یہی ہے
کھنچی ہے وہ تصویر جو بولتی ہے	مرے دل کے شیشے میں گویا پری ہے
ہنسی آتی ہے گریۂ بے اثر پر	پہ رونے کا رونا۔ ہنسی کی ہنسی ہے
مقدر سے وہ پھر گرا ہوں میں دربار	اُٹھاتا ہے تو کیوں؟ تجھے کیا پڑی ہے
گرے ہی بنیگی، جلے ہی بنیگی	کہ پروانے کو شمع کی لو لگی ہے
محبت میں امکان کیا، آنکھ لگ جانے سے	کہیں پھر بھی سب۔ آنکھ اس کی لگی ہے
مرے مرنے والے ۔ یوں ہیں مرتے مرتے	کبھی مر مٹینگے ۔ اگر زندگی ہے
وہ چبھتی نظر تو کہاں، لیکن ابتک	وہی دل میں نشتر۔ وہی گدگدی ہے
یہ مٹی کا پتلا۔ خطا کا ہے پتلا	فرشتہ نہیں ہے کوئی، آدمی ہے
جلی سامنے شمع۔ ٹھنڈے سے کھنچے	اُسے دیکھیے جس کے دل کو لگی ہے
ہے سینے کے روزن کا رخ سوئے روضہ	جھروکے سے ٹھنڈی ہوا آ رہی ہے

غم اونکا ہی خوش ہم سے، ہم خوش ہیں غم سے
وہ غم جس قدر دیں، یہ اون کی خوشی ہی

کلیجے میں لگی ہے چپکے سے چٹکی
کہ اوچھل پڑے درد نے داد دی ہی

کوئی دم میں پھر بانکی پتلیاں ہیں
نگاہوں میں شکل آپ کی پھر رہی ہی

شفاعت جہنم پہ وسے نکلی تو دیکھا
کرامت کھڑی منہ ترا دیکھتی ہی

کسے جاتے ہیں جب آوازے ہم پر
خوشی تمہاری۔ بڑی چپ ہوئی ہی

بہتر برس کی ہوئی عمر۔ حسا فقط!
سمجھ لو۔ کہ یہ منزل اب آخری ہی

پناہ ایسی ملی امت کو دامان پیمبر کی
نہ دیکھی آنکھ سے پرچھائیں بھی خورشید محشر کی

پڑی ٹوٹے ہوئے دل پر نگاہ ناز دلبر کی
گری بجلی، الٰہی خیر ہو اجڑے ہوئے گھر کی

دل آئینہ ہے۔ ہے جیسے میں صورت روئے انور کی
کہاں قسمت مرے دل کی، کہاں قسمت سکندر کی

چشم گریہ ہے۔ دل میں یاد دندان پیمبر کی
ہمارے آنسوؤں کا سلسلہ۔ لڑیاں ہیں گوہر کی

قسم اللہ کی کھائی ہے خاک پا سے سرور کی
کوئی پیارا سا پیارا ہو تو کھاتے ہیں قسم سر کی

میں اک لاش خستہ ہوں فقیر پا شکستہ ہوں
مجھے طیبہ میں لیٹنے کو جگہ چھوٹے سے بستر کی

وہاں ہیں نقش کے بیٹھے ہوئے۔ یہاں سر و در قد ہو
یہ میری پھوٹی قسمت ہے۔ وہ تھی تقدیر قیصر کی

نگاہ ناز کے دو رنگ تھے۔ یا ایک نشتر کی
چبھی ہے پھانس کے دل میں جگر میں نوک نشتر کی

الم کوئی رہا باقی نہ کوئی فکر اب دل میں
صفایا ہو گیا سب کا۔ صفائی کیا ہوئی گھر کی

ہمارے آنسوؤں نے دھو دیا دفتر گناہوں کا
ہمارے دیدۂ تر نے ڈبو دی دامنِ تر کی

اذانِ کعبہ کو عشاق کے دل سے کوئی پوچھے
کلیجا ہل گیا۔ سنکر صدا اللہ اکبر کی

جو پھوٹا سنگِ در سے سر تو سر سے سنگِ در ٹوٹا
نہ جیتا کوئی سمجھیں دونوں طرف چوٹیں برابر کی

یہی اک دل ہے اون کا گھر وہی ہے بتخانہ کعبہ
خبر لیں آپ وہ اپنے گھر کی یا اللہ کے گھر کی

لہو کی بوند بھی ہوتی تو دل نذرِ مژہ کرتا
ہوا دم خشک۔ جب کبھی یاد آئی خشکی نشتر کی

مدینے کا کیا ناصح نے ذکر اوسکو خبر کیا تھی
بگڑ جائیگی صورت اور بھی کچھ دیدۂ تر کی

ہمارا دل ہوا ٹکڑے۔ جب آیا سنگِ اسود پر
کہاں تھی تاب شیشے کو کہ سہتا چوٹ پتھر کی

تمھاری تشنۂ دیدار ہے محشر میں تم ساقی
غلط ہے جو کہے۔ امت ہے پیاسی آبِ کوثر کی

نکیرین آئے ہیں قبر میں۔ ہم کو یہ مسرت ہے
شبیہ پاک اب لا کر دکھائینگے پیمبر کی

چمک جب دیکھی ہوتی ہے دل میں ایک ذرہ بھی
سمجھتا ہوں جھلک اک آفتابِ ذرہ پرور کی

گنہگاروں کے جتنے غول ہیں۔ مومن کے بندے ہیں
یہ جتنی ٹولیاں ہیں۔ سب ہیں میرے بندہ پرور کی

ہوئی معراج میں کیا آتے جاتے دیر اے حافظ
وہی زنجیرِ در ہلتی رہی گرمی تھی بستر کی

دیکھنے آئے وہ جب ہم نقشِ بستر بن گئے
واہ رے لاغری بھی ہم تو گھر کر بن گئے

لختِ دل آنکھوں میں آکر لعل و گوہر بن گئے
عشقِ شہ میں ایک گھر بگڑا تو دو گھر بن گئے

موتیوں کے ہار پہنے مردمِ دیدہ نے مفت
عشقِ حضرت میں ہمارے اشک گوہر بن گئے

خوب دیوانوں کی فصدیں راہِ طیبہ میں کھلیں
بن میں جو کانٹے ملے قسمت سے نشتر بن گئے

اہلِ مسجد میں وہ لطف آیا کہ سر اٹھتا نہیں
سنگِ در پر ہم گرے ایسے کہ پتھر بن گئے

آشکارا یوں ہوئے یعنی فنا فی اللہ کے
جو عرض تھے۔ گر کے جوہر آپ جوہر بن گئے

فیصلہ یوں ہو گیا نہ پھیر کا تقدیر کا
کام اول بن کے بگڑے۔ پھر بگڑ کر بن گئے

ہم پہ دل پر پڑ گئی جب ایک رحمت کی نگاہ
جسقدر بدتر تھے ہم اتنے ہی بہتر بن گئے

غم کے ناخن۔ دل کو دم لینے نہ دیتے تھے کبھی
بڑھتے بڑھتے اب وہ دم لینے کو خنجر بن گئے

تھا سرِ شوریدہ ٹکرانا نہ شوقِ دید میں
دیکھ لو محبوب کی دیوار میں در بن گئے

ہاتھ رکھ کر کھو دیا جب ہم نے دل کا اضطرار
بزم میں بیٹھے تھے جو پتلے وہ مضطر بن گئے

پردہ تفریق سے تشبیہ کس کو دیجیے
سب کے پتلوں سے وہ سب پیکر بن گئے

تم نے پھیری آنکھ تو سارا زمانہ پھر گیا
تم نے کی سیدھی نظر بگڑے مقدر بن گئے

ہیں جو فاقے کیے۔ رزقِ مقدر چھوڑ کر
سب وہی فاقے مرا رزقِ مقدر بن گئے

مطمئن پایا دل کو جب شفاعت گاہ میں
اچھی سوجھی اچھے اچھوں کو کہ بدتر بن گئے

بڑھتے بڑھتے۔ بڑھ گیا شوقِ زیارت اسقدر
لپکے اڑ چلنے کو مضطر رونگٹے پر بن گئے

جب کہا حسن کو فتنہ کہا کرتا تھا عشق
عشق کے فتنے اوٹھے ایسے کہ محشر بن گئے

کیا کہیں کیسے پار عاشق صبر کی سل ہو گیا
صدمے سہتے سہتے دل کے شیشے پتھر بن گئے

غم کے ہاتھوں سے تیرے بیمار دل میں کچھ باقی نہیں
خود ہی بستر بن گئے ہیں خود ہی چادر بن گئے

دیکھنے والوں کی اوس پہ لگی ہیں ٹٹیاں
جس قدر مشتاق ہیں خود پردہ در بن گئے

میں ہوں یا کوئی ہو، پڑھ سکتا نہیں لکھا ہے کیا
حرف سب تیرے مقدر کے مقدر بن گئے

اللہ اللہ کہنے والے کتنے دل ہیں کیا خبر
جتنے مومن سا تو نے ہی اللہ کے گھر بن گئے

نامہ شوق ایک کبوتر لے چلا تھا شوق سے
شوق کے جو پر لگے وہ سب کبوتر بن گئے

عاشقوں کے دل بہت نازک تھے سخت ہیں
دل سے شیشہ بن گئے شیشے سے پتھر بن گئے

ایک تھم تھا مصطفیٰ کا ایک دم حافظ مرا
ایک تھم اتنا بڑھا لشکر کے لشکر بن گئے

روشنی نور کی کس منہ سے کہوں نادیدہ ہے
آنکھ کا تارا ہے نور دل ہے نور دیدہ ہے

جلوہ لیے پردہ کے پردے میں وہ پوشیدہ ہے
دید ہی ہے یار کی صورت مگر نادیدہ ہے

اپنے دل کو اب بھی اپنا ہی کہوں یا اور کا
مال ودزدیدہ نگہ کا ہے مگر دزدیدہ ہے

میری شامت کا یہ کام اور کرامت کا [illegible]
جو عمل ہے جرم ہے جو جرم ہے بخشیدہ ہے

ہم نہیں [illegible]
جو عمل ہے جرم ہے جو جرم ہے بخشیدہ ہے

میرے چلنے پہ ہی میزانِ شفاعت روزِ حشر
اب تو میرا ہر عمل شائستہ ہی سنجیدہ ہی

اب نکلنے کو ہی پہلو سے۔ ذرا روکو نگاہ
دل مرا فرطِ خوشی سے اس قدر بالیدہ ہی

کہنے والے کہتے ہیں۔ آنکھیں کوئی پیدا کرے
دیکھنے والے بتاتے ہیں کہ وہ نادیدہ ہی

ڈھل گیا ہی اب تو رحمت کی نظر میں ہر عمل
تھا جو ناشائستہ اب شائستہ ہی سنجیدہ ہی

تختۂ گل پر آئی اوس کیسی پڑ گئی
پھول کی ہر پنکھڑی غم دیدہ ہی نم دیدہ ہی

شاہدِ مقصود کی منزل ابھی کتنی ہی دور
کیا مرا پائے تصور بھی حنا مالیدہ ہی

ہم تو دل کو کرتے ہیں خود نذرِ دزدیدہ نگاہ
کس کی چوری۔ کس کا ڈر۔ اپنا ہی دل دزدیدہ ہی

اک مسرت ہی جو میرے دل سے ہر دم روٹھی ہوئی
اک مرا دل جو مسرت سے بہت رنجیدہ ہی

چھپ گئی ہی اس قدر مجھ میں کسی کی تابِ حسن
رونگٹا ہی بدن پر موے آتش دیدہ ہی

رکھ لیا پردہ بس اتنا کہہ کے بزمِ ناز میں
ہند میں بھی اک ہمارا عاشقِ نادیدہ ہی

سوزِ الفت کیلیے۔ دردِ محبت کے لیے
منتخب روزِ ازل سے ہی جگر دل چیدہ ہی

وہ ہی پردے میں۔ مگر جلوہ تو پردے میں نہیں
دل ندیدہ دید کا ہی۔ دید بھی نادیدہ ہی

حافظِ دیوانہ کی دیوانگی کا ہو بھلا
اوس سے کچھ پرسش نہیں۔ ہر بات بخشیدہ ہی

نہ چھیڑ اے محتسب خوش ہیں تو پی تن سے گل کے
ظروفِ گل چھوٹے تو نہیں تیر چلے دل کے

لڑے دو دل تو دو دو ہو گئے ٹکڑے ہر ایک دل کے
ملے دو دل سے ہو یکدل۔ ملا یہ دل سے دل مل کے

کیا ثابت کہ جڑ جانا ہی یوں ٹوٹا ہوا شیشہ
ہمارا دل نے ہم سے ٹوٹ کر محبوب سے ملکے

تڑپنے کا تماشا خلق نے دیکھا تو کیا دیکھا
تڑپنے میں جو لذت ہے۔ وہ پوچھو دل سے بسمل کے

تمہارا گھر۔ تمہارے عشق کا گھر جسر توکا گھر
یہ جتنے نام ہیں مشہور سب ہیں اک مرے دل کے

محبت کا یہ جادو ہے کہ لاگ اچھی۔ لگا دیا اچھا
نظر لڑ کر نظر سے شادماں ہے۔ دل دل سے ملکے

کوئی مرہم کوئی پٹی ہے۔ شاید کام آ جائے
اگر چھونے کے قابل ہوں ٹپکتے آبلے دل کے

بلا کا۔ کربلا میں تھا وفورِ شوق جانبازی
کہ فوارے سے اچھلنے لگے سب خون بسمل کے

وہ آنکھوں میں پھرا کیا ہیں جب آنکھوں میں آنسو ہوں
مری آنکھوں کے ڈھیلے اب تو ہیں بن گئے گل کے

وہی تختے ہیں جن پر فصلِ گل میں پھول کھلتے تھے
وہی تختے ہیں جن پر پھول لٹتے ہیں عنادل کے

خدا کے نام پر مانگے تو اپنی جان تک دیدوں
دعا جب ہاتھ اٹھا کر دے تو چوموں ہاتھ سائل کے

مجھے اے ناخنِ غم صبر آتا دل خراشی پر
اگر تھوڑے بہت کانٹے نکل جائیں مرے دل کے

یہ ہے رازِ محبت۔ اسکو تم جانو کہ میں جانوں
جو پردہ دل کا رکھتا ہے تو پردے میں رہو دل کے

ہے جی جانے سے بڑھ کر۔ چھوٹ کر محبوب سے ملنا
ہے مر جانے سے بدتر۔ چھوٹنا محبوب سے مل کے

کٹھن ساکی ہے میدانِ سخن میں کیا قدم رکھیں
یہ حافظ ہفت منزل کے تھکے ہفتاد منزل کے

دمِ آخر تسلی دلِ اندوہگیں ہوتی جو — کسی کی اک جھلک ہی نگاہِ واپسیں ہوتی

لہو کی بوند۔ آنکھوں سے نکلتی جو محبت میں — بہارِ آستیں نقش و نگارِ آستیں ہوتی

کوئی گھستا ہی پتھر پر اگر صندل تو گھستا ہوں — یہی ہوتا کسی کا سنگِ در میری جبیں ہوتی

میسر پائے بوسی اون کی۔ دنیا میں کسے ہے ایسی — نہیں ہوتی وہیں ہوتی کبھی ہوتی کہیں ہوتی

شکن پڑتی جبینِ فرش پر جو پائے اقدس سے — نشان پر سجدہ کرنے کے لیے میری جبیں ہوتی

تصور۔ پھر تصور ہے۔ ان آنکھوں کے نظر آؤ — گر تسکینِ دل یا مضطر نہیں ہوتی۔ نہیں ہوتی

وہ آ جاتے۔ او نہیں کے سامنے دم بھی نکل جاتا — او نہیں کے سامنے جاتی۔ جو نگاہِ واپسیں ہوتی

وہ اپنے مرنے والے کا جو مرنا دیکھنے آتے — تو آنکھوں پر او نہیں کی منتظر جانِ حزیں ہوتی

وہ دل میں کیوں جگہ پاتی جو حسرت گھٹ کے رہ جاتی — وہ دل سے کیوں نکلتی جو تمنا دل نشیں ہوتی

اگر دستِ جنوں چلتا تو اوسکو ہاتھ کیا آتا — گریباں دو گرہ کا۔ ہاتھ بھر کی آستیں ہوتی

اگر آنکھوں میں دم ہوتا۔ بلائیں دیکھ کے لیتیں — جب اون کو دیکھ کر واپس نگاہِ واپسیں ہوتی

اثر سرمے کا جو مشہور ہے فرضی کہانی ہے — نہیں تو کیوں سیہ ٹکڑوں کی چشمِ سرمگیں ہوتی

محبت کی نمائش کیا۔ نمائش کی محبت کیا — ریاکار دل میں ہوتی ہوگی اہلِ دل میں نہیں ہوتی

ثبوتِ سجدہ ریزی اب کہاں سے لاؤں اے حافظ
نشانِ سجدہ بھی ہوتا۔ اگر باقی جبیں ہوتی

قدرت اللہ کی جس نے تری صورت دیکھی
تیری صورت نہیں اللہ کی قدرت دیکھی

آ گئی نیند مجھے ہو گئی قسمت بیدار
خواب میں بھی جو نہ دیکھی تھی وہ طلعت دیکھی

اُف بھی کرتے تو محبت کی شکایت ہوتی
جو محبت نے دکھائی وہ مصیبت دیکھی

بند آنکھوں سے جو آئینۂ دل میں دیکھا
اون کی صورت نظر آ جانے کی صورت دیکھی

کیوں گنہ منع ہیں تقوے کی بھی ہے کیوں تاکید
اب کھلا حال گناہوں میں جو لذت دیکھی

ہم نے ایسے بھی گنہ دیکھے جو ہیں بے لذت
بہلنا ہی میں بھی زاہد نے تو لذت دیکھی

بے عصیاں تو پہاڑ دل پہ بڑے تھے لیکن
تھی جو عصیاں سے بڑی وہ تری رحمت دیکھی

حشر میں آپ ہی آئیں رفاقت کے لیے
میرے دل میں جو اکیلی تری الفت دیکھی

اشک ریزی ہی نہیں پھوٹ کے رونا تجھکو
دیدۂ تر! تری پھوٹی ہوئی قسمت دیکھی

کس کو قدرت ہے کہ ٹکڑے سے مہ کامل کرے
آپ کے ہاتھ میں اللہ کی قدرت دیکھی

معتقد ہم تو سبھی کے ہیں نبی ہند کے ولی
اون کے اعجاز سنے اون کی کرامت دیکھی

دیکھنے کو اونھیں مسجد میں جو پیر اسلام اٹھا
پچھ نہ پوچھے جو سلامی کی نیت دیکھی

حق نے چن کر تجھے محبوب بنایا اپنا
اچھے اچھوں سے بھی اچھی تری صورت دیکھی

جان آئی ہو تری یاد سے بدن میں حافظ
جسم خاکی نہیں دیکھا کوئی تربت دیکھی

زخم دل کی نہ کبھی ایک سی حالت دیکھی
ابھی ہنستی، ابھی روتی ہوئی صورت دیکھی

جن سے دیکھی ہی نہیں جاتی ہے ابتر حالت
دیکھنے آئے وہ۔ آ کر مری حالت دیکھی

بزم دیدار میں آئینہ بھی تھا سامنے ہی
میری حیرت کبھی۔ اپنی کبھی صورت دیکھی

تم نے دیکھا جسے۔ اللہ کی رحمت اوس پہ
جس نے دیکھا تمہیں اللہ کی رحمت دیکھی

جو امیروں کو سفر میں بھی میسر نہ ہوئی
ہم غریبوں نے وطن ہی میں وہ غربت دیکھی

جاگتے ہیں تو رہا بے خبری کا عالم
سو گئے ہم تو وہی خواب میں غفلت دیکھی

اک مرا سر ہے کہ پھرتا ہی رہا گھر بیٹھے
اک مرے پاؤں کہ سو کر بھی نہ راحت دیکھی

کی دعا حق سے کہ وحدت کو سلامت رکھنا
ہم فقیروں نے جو وحدت میں سلامت دیکھی

شب فرقت شب فرقت تو سنا کرتے تھے
کھل گئیں آنکھیں۔ جو آنکھوں نے شب فرقت دیکھی

جانتے ہیں تجھے۔ پہچانتے ہیں سب تجھ کو
شکل دیکھی نہ کسی نے تری صورت دیکھی

دل ویراں میں جو کچھ ہے بھی تو ہو کا عالم
عالم ہو میں جو دیکھا تو ہویت دیکھی

صورت اللہ کی دیکھی ہو تو صورت کی ہیں
ہم نے اللہ سے ملتی تری سیرت دیکھی

آئے بھی۔ چل بھی دیے۔ تجھ کو سکتا چھوڑ گیا
دم کی رخصت بھی نہ تم نے دم رخصت دیکھی

رشک آیا کہ ہمیں کیوں نہ ہوئے دفن اسمیں
پاس روضے کے جو حافظ کوئی تربت دیکھی

وصول فضل رحمٰن ۱۳۴۴ھ

فضل رحمٰن کی گھٹا چار طرف چھائی ہے — خبر عرس لیے بادِ بہار آئی ہے

ہم ہیں بیدار کے بھیجو انھیں نیند آئی ہے — نیند نے دولتِ بیدار بڑی پائی ہے

آپ کے ہیں قدم آنکھوں سے لگا لینے کے — آپ کی خاکِ قدم سرمۂ بینائی ہے

جنکے تقدیر کھلا ہے در شیشان مزار — ایک نظارے کا ایک ایک تمنائی ہے

آج لایا ہوں دکھانے کو میں اپنی بگڑی — اپنی بگڑی نہیں لایا مری بن آئی ہے

اپنی بگڑی ہوئی دیکھی تو انھیں رحم آیا — اسی بگڑی کی بدولت مری بن آئی ہے

خلق میں کون نہیں ماننے والا ان کا — کوئی ہندو ہے کہ مسلم ہے کہ عیسائی ہے

گوشۂ قبر میں آرام وہ فرماتے ہیں — روح نے دولتِ بیدار بڑی پائی ہے

پیٹ بھٹکوں کو ٹھکانہ نہ ملا اور کہیں — سب جگہ چھپ کے ترے دل میں جگہ پائی ہے

تفضل رحمٰن کا اگر نام بھی نکلا منہ سے — ساتھ ہی دل میں جو امید تھی بر آئی ہے

ایک پھوٹی ہوئی قسمت ہے جسے ہو لائی — ایک ٹوٹی ہوئی ہمت ہے کہ ساتھ آئی ہے

ہے کہاں ہم سے کہاں راہ دکھیے لائی — ایک رحمت کی للک مجھکو لگا لائی ہے

الگ تم سے یہی حسن کو سیہ کھچتے ہیں — میں تماشا ہوں یہ بھری بزم تماشائی ہے

جب تو صورت وہ دکھاتا ہیں - جو کوئی دیکھ سکے | پھر یہ کس واسطے پردے میں خود آرائی ہے
ایک وحدت میں یہاں ، ایک خیال ، ایک تصور ، اک دھن | بھری محفل بھی مجھے گوشۂ تنہائی ہے
شغل ہے - وحدت میں سلا کو سلامت وحدت | شغلِ وحدت ہے ، وہ ہیں ، گوشۂ تنہائی ہے

یہ جو حافظ ہے سخن سنج ، نہ پوچھو اس کو
ایک دیوانہ ہے ، سرگشتہ ہے سودائی ہے

نذیر فقیر
۱۳۴۰ھ

ذرہ ذرہ ہے متبرک آپ کی درگاہ کا | اور گنبد قبر کا - ہے چتر ظل اللہ کا
کس سے دیکھا جائیگا رستہ شوق راہ کا | ایک ہیر اور ہم سلامت - ایک میری آہ کا
آپ ہیں اک ولی ہیرا اور ایک تو اہر کلیم | دیکھیے آکر تماشا اس تجلی گاہ کا
آستانِ شیخ فانی اور اک شوریدہ سر | واہ ، کیا رستا ملا سودا خدا کی راہ کا
شیخ فانی کون ؟ یعنی فضل محمد خضر راہ | یا وہ جس کو کہیں رستا فنا فی اللہ کا
ہوا شیخ اویس کی آگئی ! یاد ہے | آج ہی روزِ وصال اوس واصلِ اللہ کا
فضل جمالی ہے مجمع ، روح مجمع کی خلوت میں | پیر بھائی ایک اک حافظ ہے یا واللہ کا
ہے مریدوں کی جماعت باجماعت کی نماز | امتیاز دیکھا یہاں آکر گدا و شاہ کا

اک نظر جس سے ملائی اوس کو واصل کر دیا
فضلِ رحمٰن نام ہے اوس مردِ حق آگاہ کا

ہاتھ آئے تختِ شاہی تو نہ مارے لات بھی
جو گدا ہے آستانِ فضلِ رحمٰن شاہ کا

دل یہ کہتا ہے کہ اوٹھ کر گرد مرقد کے پھرُ
یاد آتا ہے مزہ جب طوفِ بیت اللہ کا

اک توجہ میں جو پہنچا منزلِ مقصود پر
اوس کو تسبیحیں پھرانا پھیر ٹھہرا راہ کا

دل ہے چھوٹا سا نگینہ، اب نگینے کی سنو
فضلِ رحمٰن نقش ہے، آگے ہے نام اللہ کا

ہے کشادہ رحمت اللہ نعمت اللہ کے طفیل
رحمت اللہ کا در، نعمت اللہ کا

رحمت ابنِ احمد، احمد فضلِ رحمٰن کا خلف
فضلِ رحمٰن پیشرو - ہادی خدا کی راہ کا

در تسلی بھی تو جب ہو جانے والے کا سلام
دل تو رکھ لو وقتِ رخصت بندہ درگاہ کا

کرکے آنکھیں بند حافظ! ہو تو ہو مرشد کے ساتھ
دم میں طے ہو جائیگا رستا فنا فی اللہ کا

جماعت علی شاہ کا نام نامی
وہ ہے شاہ کرتے ہیں جس کی غلامی

جماعت علی شاہ کے دم قدم کے
قدمبوس لب ہیں، جبینیں سلامی

یہ صدقہ ہے نام جماعت علی کا
کہ ہے سیدوں کا علی پور نامی

علی کی جماعت - جماعت علی کی
ہے جس کی تعریف اسمِ گرامی

علی پور کا ہے وہ پانی - کہ پی کر
بھلے چنگے ہوتے ہیں کوڑھی جذامی

یہاں۔ ملتی ہے دولتِ علم سینہ — مرید آپ کے ہو کوئی عالم کہ عامی

تری مدح میں کرتے ہیں نغمہ سنجی — وہ چشتی۔ کہ ہیں صابری نظامی

مرید دل سے کہتے ہم نے گشت بخشوائے — خزف ہوں سے پائی معانی دوامی

ترے سامنے آہ کیا لیکے آئے — تو ہی بے کمالی۔ وہی نا تمامی

ہیں رخ پہ شعاعوں کے جو انوار زریں — تمامی سے پہنچے ہیں تمامی

تہجد کو رحمت پہ کہتی ہے آکر — کہ قسمت جگاتی تیرے کرم تا یہ

قدم رکھتے ہیں آپ جس سرزمیں پر — مٹاتے ہیں فتنوں کی محشر خرامی

خدا کی رضا پر ہو تم دل سے راضی — وہ ہو شادکامی کہ ناشادکامی

وہ اپنی رگِ جاں سے باندھی ہے تم نے — شریعت کی ڈوری جو مضبوط تھامی

تمہاری تلاوت کلامِ خدا کی — خدا سے حقیقت میں ہے ہمکلامی

بلاکر۔ دیا شربتِ دید مجھ کو — ذرا دیکھی گئی جب مری تشنہ کامی

سلام ان کا لے لو، پیام ان کا سن لو — جو حاضر ہوئے ہیں سلامی۔ پیامی

دلِ ناتواں۔ کس طرح تاب لائے — جب ادھر ادھر اٹھکے ٹیسیں کہ من خوشخرامی

گناہوں میں ڈوبا ہوا ہوں، بچا لو — سمجھ کر مجھے اپنی ڈولی اسامی

ذرا لب ہلا دو کہ اک مردہ دل کو — ملے آپ جیسا نبی الانامی

جو وہ بیٹے ہو تم ، وہ خدا کا ہو دیتا
وہ ماسرال عبد ہو ، وہ قرب نوافل
ذرا [illegible]
[illegible] وہ کھلے میرے عیب سخن کا

نہیں بیان ہو سکتے اسے - جو ہیں عامی
[illegible]
[illegible]
نہاں ہیں ہر سند کی نامی گرامی

ثنا لکھے حافظ کہاں یہ سلیقہ
نہ سعدی نہ خسرو نہ صائب نہ جامی

تمہارے آستانے سے سبھی کا کام چلتا ہے
مریض غم کا مطلب بندۂ در سے کب نکلتا ہے
تصور سے کبھی آخر - کچھ نہ کچھ تو کام چلتا ہے
یہی ہے پھیر قسمت کا - یہی ہے کھیل قدرت کا
[illegible]
[illegible]
بنا لیں ہم تو اک سوال فلک [illegible]
وہ سلجھاتے ہیں زلفیں [illegible]
مریض عشق جیتے جی [illegible] مشکل ہی

تمہارے در سے مطلب ہر ایک عالم کا نکلتا ہے
ہمارا سر پھرا کرتا ہے - جب تک دور چلتا ہے
کہ جب [illegible] تنہائی - [illegible]
سنبھل کر کوئی گرتا ہے - کوئی گر کر سنبھلتا ہے
فقط اک [illegible] چلتا ہے
چلا جاتا نہیں ہم سے - ہمارا کام چلتا ہے
کریں کیا [illegible]
مری قسمت [illegible] کوئی پل [illegible] ہے
[illegible] مشکل سے نکلتا ہے

ہر اک کو ہر زائر کو طلا کا شوق پا بوسی
[illegible]
[illegible] قافلے تو [illegible] چلتے ہیں کبھی دن کو
رگ جاں [illegible] کوئی جلوہ تو خنجر نے نہ دیکھا ہے

قدم بس پھر چلے گر پڑتا ہے پھر گر کر سنبھلتا ہے
سنا ہے دم نکلتا ہے تو مشکل سے نکلتا ہے
ہمارے آنسوؤں کا قافلہ دن رات چلتا ہے
یہ کیسے چل چل کے رکتا ہے یہ کیوں رک رک کے چلتا ہے

قیامت خیز چال انکی خدائی پائمالی کی
نہ پوچھو حافظ ان کا نام جس پر دم نکلتا ہے

جگر صدمے سے ہے بیتاب۔ دل ہاتھوں اچھلتا ہے
چلا جاتا ہے وہ طیبہ کو۔ جس کا ہاتھ چلتا ہے
مرے [illegible] دیوانہ چلتا ہے
لب اعجاز کی بخشش ہے کافی مرنے والے کو
فلک کو آہ دل کھائی ہوئی جاتی ہے لیکن
ادھر ضبط [illegible] نہیں دیتا
کہاں کی آستیں، جیب و داماں کیا گریباں کیا
مرے [illegible] ہوکے دل میں پڑا رہتا ہے سناٹا
غم الفت [illegible] ہم اس غم کے سجدہ میں

جدھر دیکھا ادھر اک درد کا پہلو نکلتا ہے
جو خالی ہاتھ ہوتا ہے وہ بیٹھا ہاتھ ملتا ہے
[illegible] پاؤں میں چبھتا ہے وہ دل نکلتا ہے
[illegible] کچھ پڑھ کے دم کر دو کہ میرا دم نکلتا ہے
پڑا دل جو رسائی میں پڑا ہے کب نکلتا ہے
ادھر طوفان اشکوں کا۔ ہے آنکھوں میں ابلتا ہے
کہیں رکتا نہیں دست جنوں جب چل نکلتا ہے
جو کوئی ٹیس اٹھتی ہے تو اک نالہ نکلتا ہے
[illegible] دم نکلتا ہے

مثل مشہور ہے جس کو نہ تولو۔ ہو وہی پورا
ہمارا جو گنہ تلتا ہے وہ پورا نکلتا ہے

عدم تک اوس کو پاتا ہے چلا جاتا نہیں جس پہ
اجل دم لینے ملتی ہے جو دم لے لیکے چلتا ہے

ہرا [illegible] دشتِ [illegible] کا کہ اپنے پہنچی ہے یہ نوبت
ہمارے سر سے چھالا پاؤں کا ٹوپی بدلتا ہے

مرا [illegible] آنسو۔ مجھے تسکین دیتے ہیں
کہ دل کا درد۔ کچھ منہ سے کچھ آنکھوں نکلتا ہے

کلیجا دونوں ہاتھوں سے تو ملتے بیٹھ ہیں حافظ
کلیجا ہے کہ فرطِ درد سے ہاتھوں اچھلتا ہے

ایمان کی پہ ہے کبھی راحت نہیں رہی
دنیا تو بیچ ہی رہی۔ جنت نہیں رہی

شرمندہ کیا تو آئی شرافت پہ آفت اور
آفت ہی رہ گئی۔ وہ شرافت نہیں رہی

اسلام پر جو دیتے ہیں ترجیح کفر کو
اسلام سے انھیں کوئی نسبت نہیں رہی

باقی وہی خدا وہی ایمان ہے جیسا۔
بندوں میں وہ حیا وہ حمیت نہیں رہی

دولت۔ وہ دین کی جو ہمارے سپرد تھی
برباد ہو گئی وہ دولت نہیں رہی

صدمے اوٹھائے ہیں غم الفت کے اس قدر
کیسی ہی کلفت اب تو ہو۔ کلفت نہیں رہی

ہمراہ لب تک آتی ہے کبھی ہزار شکر
اب جور کی بھی کوئی شکایت نہیں رہی

ہیں غیر پھر بھی طبع مسرت سے کیا غرض
اپنوں کی بھی کسی کو محبت نہیں رہی

وہ ہم سے حال پوچھ رہے ہیں مگر یہ حال
طاقت نہیں ہے کہدیں کہ طاقت نہیں رہی

پتھر کا ہو گیا ہی کلیجا فراق میں
کوئی اذیت اب تو اذیت نہیں رہی

حافظ یہ ضعف اور بہتر برس کی عمر
اب کیا کہیں غزل کہ وہ قوت نہیں رہی

مسلم - یہ رو رہے ہیں کہ دولت نہیں رہی
ذلت یہ کہہ رہی ہی کہ عزت نہیں رہی

یہ کون کہہ سکے کہ اخوت نہیں رہی
بھائی کو بھائیوں سے محبت نہیں رہی

نالے کسے فلک کے سوا اب ڈرائینگے
زیرِ فلک تو اور کوئی چھت نہیں رہی

ہمت ہی اس کا نام کہ بے ہمتی نہ ہو
بے ہمتی یہ بات کہ ہمت نہیں رہی

عزت ہی جس کا نام وہ بھی سلطنت کیساتھ
ترکی تمام ہو گئی - عزت نہیں رہی

ہم شکر بھی کریں تو شکایت کا نام ہو
یہ شکر ہی کہ تاب شکایت نہیں رہی

ہی جھوٹ کا زمانہ - کہو سچ تو جھوٹ ہو
سچ بولنے کی اب تو ضرورت نہیں رہی

برکت تھی دامنِ حرکت سے بندھی ہوئی
حرکت بھی اب کریں تو وہ برکت نہیں رہی

اب دیکھتا ہوں سنگِ حوادث سے چور چور
دل کی شکست بھی تو سلامت نہیں رہی

ہاں اے غیور شانِ غیوری دکھا تو دے
غیروں کے رحم پر ہوں میں غیرت نہیں رہی

ہر روز اک علامتِ کبریٰ کا ہی ظہور
اب جان لو کہ دور قیامت نہیں رہی

اللہ کب ہوا ہیں دم توڑنا نصیب
جب کوئی ٹوٹنے کو مصیبت نہیں رہی

راحت پسند کیوں نہ ہو راحت پسند ہیں
اب ڈھونڈھتے ہیں کھوئی ہوئی سربلندیاں

راحت کہیں سوا کے جراحت نہیں رہی
جب ہم میں سر اوٹھانے کی طاقت نہیں رہی

حافظ اجبر بھی ہے کہ ہی سر پہ اجل سوار
کیا ڈرتے ہو کہ طاقت صحت نہیں رہی

نہ پوچھو ہم سے کیا گزری نکلکر انکی محفل سے
ہیں دیوانہ ہوں یا دیوانے دل ہیں کوئی بیٹھا ہو
بھری محفل اوٹھا کر دل میں رکھدی حسرت ہو
نصیب اپنا جلتا ہی تو اوٹھنا بھی ہو جل بجھکر
پہلوئی سیر تھی۔ تفریح تھی۔ یاد دلتی افروزی
محبت کرتے کرتے خود ہوا محبوب اپنا
اسے خوش قسمتی سمجھوں ہیں یا پھوٹی ہوئی قسمت
لب پہ آ کھڑا ہی کیا کوئی اتنا جگر ہے پیاسا
اگر یہ نظر ہی مرہم دیدہ سے بھی پردہ
دلوں کو توڑ دیتی ہی فلک کا یا ہوتی ہو

بچے جینے کو ہم لیکن سہر گئی۔ بجھے دل سے
اکیلا بیٹھکر باتیں کیا کرتا ہوں اپنے دل سے
کہ خالی کیا ہی جاتے ہم نکلکر اون کی محفل سے
جلاتے ہیں مجھے جلنا اوٹھا دیتے ہیں محفل سے
وہ دل میں آ گئے آنکھوں سے۔ آنکھوں میں آئے دل سے
محبت ہو گئی درد محبت کو مرے دل سے
ٹپکتی ہی محبت آپ کی ٹوٹے ہوئے دل سے
جو سوچ اوٹھتی ہے پیدا ہو جاتی ہے مرکز اس دل
نہیں جاتی کسی سعدیا میں نکل کر آنکھ کے تل سے
نکل جاتی ہے کوئی آہ جب ٹوٹے ہوئے دل سے

غنیمت ہے کہ بزم یار میں بیٹھے تو ہیں حافظ

ذلیل و خوار نظروں میں کرتے لوٹ کے ہر تل

چھانکو خاک ہی خاک دیار مجھے
آج ہاتھ آئی دوائے دلِ بیمار مجھے

نظر آنے لگا وہ آیا جنگلے سو بار مجھے
تاب نظارہ تو دے جلوۂ دیدار مجھے

پوچھتے کیا ہیں آپ یہ وہ دل کی حالت
وہ بھی کب چپ رہی حالت اظہار مجھے

دور کر لو پہرہ نگرا دو دل کیلئے ہوں یہ
توبہ کرنے لگیں دیکھیں جو گنہگار مجھے

رقیب چالی دکھاتا ہے غضب کی آنکھیں
لاؤ دیوار بھی پردہ کی ہو دیوار مجھے

دو قدم چلنے کے گرا یا صفتِ نقشِ قدم
رفتہ رفتہ نہ گیا رفتہ رفتار مجھے

چپ لگی مجھکو تو چپ کا بھی ہے گھر گھر چرچا
لب خاموش ہی گویا لب اظہار مجھے

چشم و دل حسرتِ دیدار لئے ہو نہ سکے
کیا اب جھگڑتے ہو کہ حسرت تجھے دیدار مجھے

ایک ٹھوکر سے اٹھی دوسری ٹھوکر سے مٹی
یوں قیامت نظر آئی دمِ رفتار مجھے

روزنوں کی کوئی گنتی نہ رہی سینے میں
روزنوں سے بھی نہیں فرصتِ دیدار مجھے

کس میں پھیری کہ خوب رلایا مجھکو
نظر آیا جو کوئی صید گرفتار مجھے

مجھسے ندا لے ہیں یہ بیچے دونوں آنکھیں
اور دیدہ بیچے دو روزن دیوار مجھے

[illegible] ایک دعا میری قبول
ورد دینا تو نہ دینا لب اظہار مجھے

وہی [illegible] وہی وادی وہی شہر وہی [illegible]
[illegible] کس طرف ائے حسرت دیدار مجھے

فرصت میں شغل ہجر آہ نہیں اے حافظ
یہی وہ حسرت کی ہے رخصتِ گفتار مجھے

وہ کبھی ایک نظر دیکھ لو اک بار مجھے
شر پا پا مارنے وحشت سے حیرتِ دیدار مجھے

اب تو جینا بھی ہے مرنا بھی ہے دشوار مجھے
کیا دکھائیگی تری حسرتِ دیدار مجھے

نظر آئی نہ کبھی صورتِ دیدار مجھے
دیکھنے ہی کے لئے روزنِ دیوار مجھے

ہائے محشر میں شفاعت کا یہ پیارا انداز
آج گھیرے ہوئے پیا ہیں گنہگار مجھے

کچھ تو پہچان ہے دل تیرے نقشِ قدم
کچھ بتا دیتی چلی شوخیٔ رفتار مجھے

مجھکو میرے ہوتے دیکھا تو کہا جیتے رہو
اب جینا اور نزع سے بھی دشوار مجھے

اور کشتوں کو جلا اٹھے وہ لگاکر ٹھوکر
ہو بری قسمت کہ کیا کشتۂ رفتار مجھے

دیکھتا تھا اونہیں اتنا ہی کہ ہم کیسے ہیں
کر دیا آئینہ حیرتِ دیدار مجھے

یاد فرمائیں وہ مجھکو یہ کہاں میرے نصیب
ہچکیاں آتی ہیں تری آہ لگاتار مجھے

درد اوٹھتا ہے تو اس واسطے چلاتا ہوں
سمجھے کوئی نہ عدوتِ شب آزار مجھے

اس قدر سر بھی اوٹھا کے بری شوریدہ سری
کر پڑا رہنے تو لے لے دیوار مجھے

کبھی ہنسنا کبھی ہنستے ہیں ہو رو دینا
زخمِ دل کی نہ دکھا ہے جنوں آزار مجھے

میں تو بازار میں بکنے کیلئے پھرتا ہوں
خود فروشی تری کرتی ہے خریدار مجھے

دل کو میں جلوہ پرستی سے کہاں تک روکوں
قطرے قطرے میں نظر آتی ہیں جب انوار مجھے

دل کی آنکھوں میں سما جاتی ہیں جب وہ ایسی قضا مجھے
آنکھیں پھوٹیں، جو ہو پھر حسرت دیدار مجھے

کب خوش آتا ہے فقیروں کو تماشا کوئی
خود ہو سب کچھ تو کرے کس کا نظارہ کوئی

سینہ کوبی نہ کرے صبر تو چھٹے۔ کیا ہمیں
دل کو جب صبر نہ آئے تو کرے کیا کوئی

پردے والے کا سنو اور پیا اٹھا الزام
کیوں چھپیں ہم۔ جو نہ ہو دیکھنے والا کوئی

بیکسی روتی ہے۔ سر پیٹ رہی ہے حسرت
خانۂ دل سے نہ اٹھا ہو جنازہ کوئی

جان ہے جان کا ایمان ہے۔ ایمان کی جان
کوئی گن جائے کہاں تک ہے کیا کیا کوئی

اپنے اچھے بہت۔ اچھوں کبھی اچھے ہیں
تم سے اچھا کوئی۔ تم سا ہے نہ اچھا کوئی

پتلیاں ہوں کہ تجلی ہو کہ حسن خوباں
ہر تماشے کے ہے پردے میں تماشا کوئی

ہے جھلک تیری جھلک - اور چمک تیری چمک
بحر و بر ہو کوئی۔ قطرہ کوئی۔ ذرہ کوئی

اوس کی بل کھائی ہوئی زلف نظر آجاتی
بل اگر میرے مقدر کا نکلتا کوئی

تام تھا جلوہ دکھانے کا۔ دکھانا کب تھا
ہوش ہی میں نہ رہا دیکھنے والا کوئی

لاکھ پردوں میں بھی چھپ کر نہ کرے کوئی گناہ
جب یقینی ہو کہ ہے دیکھنے والا کوئی

چشم سر بند کرو۔ دیدۂ دل سے دیکھو
سیر کی سیر۔ تماشے کا تماشا کوئی

دم آخر یہیں بیٹھے رہو۔ دیکھو تو سہی
پتلیاں پھر کے دکھا دینگی تماشا کوئی

اُف بھی کرتا ہوں تو آتا ہے کلیجا منہ کو
کہوں کس منہ سے کہ ملتا ہی کلیجا کوئی

بکھیر چھپتے جاؤ دے جلدی نہ کرو اے حافظ
بوسہ اس در کا۔ نہیں منہ کا نوالا کوئی

کس قدر دوری نسبت ہے کہے کیا کوئی
طور پر کوئی۔ سر عرش معلی کوئی

یہی اللہ کی قدرت نظر آتی ہے کہ
آپ کے چہرے سے اٹھ جائے جو پردہ کوئی

کرتے تھے وعدہ کہ فردا تو بتا دو اتنا
اور فردا تو نہیں ہے کہیں فردا کوئی

تیرے بیمار کی حالت نہیں دیکھی جاتی
اور اتنا بھی نہیں دیکھنے والا کوئی

جانکر میرے دل و دیدہ کو گھر اپنا
آنکھ کی راہ سے دل میں اتر آیا کوئی

تیرے تارے جو گنوں اے فلک آنکھیں دکھا
نیند آنکھوں میں نہ آئے تو کرے کیا کوئی

جلوہ آتے ہیں نظر چھپتے ہوئے پردہ لے
ہوش اڑ جائیں۔ اگر چھوڑ دے پردہ کوئی

رو دل کھٹکے تڑپیں بھی تو کہتے شب نے
ہے غنیمت کہ نہیں پوچھنے والا کوئی

عمر کٹتی ہیں کیسے۔ کیسی خدا کس کی رہا
ایک ہم تم ہوں۔ نہ ہو بیچ میں پردہ کوئی

ہائے تڑپنے کی تو طاقت نہیں مجھ میں قسمت
تڑپے جاتا ہوں کہ تجھے دیکھ لیا کوئی

ہو قدرت سے چھپتے ہو کسی کو چپ ہیں
الٹ جانا جیسے ہو دل کا نہ ہو ریزہ کوئی

بند آنکھوں سے نظر آتے ہیں لاکھوں جلوے
کھلی آنکھوں سے دکھائی نہیں دیتا کوئی

اپنے دریا سے جو بچھڑا تو یہ بولا قطرہ
ڈوب مرنے کو بھی ملتا نہیں دریا کوئی

پتلیاں رہتی ہیں پردوں میں - وہ کیا دیکھینگی
سات پردوں کے اودھر کا ہو تماشا کوئی

بات جب ہے کہ نظر بھر کے نہ دیکھو حافظ
سامنے آئے اگر صورتِ زیبا کوئی

چمک ذروں کی ہو یا روشنی ہو مہرِ تاباں کی
فقط اک نورِ واجب سے ہے رونق بزمِ امکاں کی

الٰہی! دل کو آئی یاد کس زلفِ پریشاں کی
بلائیں کالی کالی چھا گئیں شبہائے ہجراں کی

اگر دستِ جنوں پہنچا گریباں تک تو کیا پہنچا
رسائی ہو تو دامن تک ہو - چاکِ گریباں کی

عدم کو دو رسا پل مارتے کٹ جائیگا رستا
دلِ مضطر ذرا سے کھینچیے تو ڈوری رگِ جاں کی

اجل کا ہوگی لقمہ روز کی سمجھی ہوئی اک دن
کہ یہ پیسی ہوئی ہے آسیا چرخِ گرداں کی

وہ عاقل ہیں جو کپڑے پھاڑ کر گھر سے نکل بھاگے
وہ دیوانہ ہے جس کو ہو فکر اپنے تن و جاں کی

نئی برسائیگی کوئی مصیبت میرے ہی سر پر
اگر بدلی بنیگی آہ کے دودِ پریشاں کی

سبھی کہتے کہ پانی ڈھل گیا ہے اسکی آنکھوں کا
ڈھلک جاتی جو کوئی بوند اشکِ چشمِ گریاں کی

ہمارا دل اجاڑا اس قدر وحشت نے ٹھکرا کر
مزے سے ہم نے گھر بیٹھے ہوئے سیرِ بیاباں کی

سبکدوشی مجھے عصیاں سے دیدی - پھر یہ فرمایا
کہ بھاری ہے تری گٹھری سے گٹھری بارِ احساں کی

لعابِ لب جنابِ خضر نے چکھا نہیں اُن کا
نہ چھیڑے دل لگی دل پوشی خجالت آبِ حیواں کی

تمھیں ہو نا خدا ہے کون آنسو پونچھنے والا
تباہی آ پڑی ہے ناؤ میری چشمِ گریاں کی

کچھ اپنے یار کی کہیے تو کچھ سرگشتگی دیکھیں
شکایت کر رہے ہیں دیوانے گردشِ دوراں کی

طبیعت کی کجی کہتی ہے کچھ کچھ شوخیاں بھی ہوں
تقاضا سادگی کا ہے نہ ہو جا غزل بانکی

وہ آکر خواب میں احوال پوچھیں پھر کہیں حافظ
ہوئی خواب فراموش اب کہانی وصل و ہجراں کی

نکیلی اُنکی مژگاں ہیں وہ ہائے نوکِ نشتر کی
نکالے سے نکلتی ہی نہیں پھانسیں رگِ جاں کی

بنا ہیں کوئی پھاہا کوئی پٹی زخمِ خنداں کی
کوئی پرزا ہے دامن کا کوئی دھجی گریباں کی

رگِ جاں میں جگہ اُنکی گلے میں ہے گرہ جاں کی
گلے کا گھر گریباں ہے نہ قسمت گریباں کی

تری محنت سے مردستِ جنوں! کام آ گئی آخر
تبرک ہو گئی لڑکوں میں ہر دھجی گریباں کی

اسے ہنسنا نہیں کہتے یہ ہنسوانا ہے دنیا کو
ہنسی کا منہ چڑانا یا ہنسی ہے زخمِ خنداں کی

چھپا کر تو ہی رکھ لیتی ذرا سی اے سیہ بختی
کہ ظلمت کچھ تو گھٹ جاتی شبِ تاریکِ ہجراں کی

ازل ہی سے لکھی ہے میری آنکھوں کے مقدر میں
سفیدی صبحِ غم کی یا سیاہی شامِ ہجراں کی

سمجھتے اک کہانی سننے والے یہ غنیمت ہے
کہی جاتی نہیں منہ سے کہانی دردِ پنہاں کی

نمکداں بھر کے لائے ہو تو بے صرفہ کرو خالی
لہو رونا تو اک عادت ہے دل کے زخمِ خنداں کی

کہیں پھینکی گرا دی بیخودی نے راہ طلب میں
چلا تھا لے کے سر پر میں جو گٹھڑی پاسا کی

وفور شوق اتنا تھا کہ پہنا دو آنچل پیار ہے
اب اپنے تئیں کرنا پڑیں ہو سکے ویراں کی

وہ جوش بیکسی - وہ ہوا کا عالم اور سناٹا
ذرا مہماں نوازی دیکھیے شام غریبا کی

پھیکیا او پیا نگی پہ پہار کر پھٹے ہوے ننگے
وہ ہی دیوانگی جو تاب لاوے وصل عریاں کی

ادب دنیا کے تقاضے سے نہ سیکھا تھا پہ سیکھینگے
ادب کو آستان پاک پر خدمت ہو دربا کی

قطعہ

جناب ابرو بچہ و کو خدا خوش رکھے اے حافظ
مسافر کی یہ خاطر اور پھر ناخواندہ مہماں کی

وہ قیامت کہ دھوم جس کی ہے
اون کے کوچے سے روز اوٹھتی ہے

چرخ تک صبح و شام جاتی ہے
آہ کب بے اثر کی ہے

پوچھتے ہیں یہ ہم نشانی اللہ
کون فانی ہے - کون باقی ہے

آدمی اپنی اصل پہچانے
آدمیت یہ آدمی کی ہے

اون کے جلووں سے آنکھ کی پتلی
دیکھنے کے تماشے کرتی ہے

اون کی بے پردگی ہے آپ پردہ
اسی پردے میں خودنمائی ہے

آگے توبہ سے میری توبہ تھی
اب یہی توبہ کا - توبہ میری ہے

مرنے والے ابھی ہوں شادی مرگ
کوئی کہہ دے کہ صورت آتی ہے

میرے دل کا بنا لے آئینہ — ہے تصور! یہ صورت اچھی ہے
اسی دنیا میں ہے خدا والے — کیا خدائی خدا کی خالی ہے
دل شکستہ ہو، جان ہو خستہ — عاشقوں کی یہی درستی ہے
ناتوانی میں جو پڑی افتاد — ہم نے گر پڑ کے وہ اٹھا لی ہے
دیکھنا ہو تو دیکھ لو آ کر — جان بیمار کی نکلتی ہے
عرش ہے عرش، روضہ ہے روضہ — یوں تو اونچوں کی بات اونچی ہے

کیوں نہیں آتے آپ میں حافظ
آپ کے جی میں کیا سمائی ہے

جیتے جی ہم ہیں قید ہستی ہے — تو چلو عمر بھر کو چھٹی ہے
موت کا انتظار باقی ہے — ڈاک تو ہچکیوں کی بیٹھی ہے
دل میں وہ راہ کرتے جاتے ہیں — دل سے اب راہ ہٹتی جاتی ہے
ہاتھ اٹھانے کی اب نہیں طاقت — اور منہ سے دعا نکلتی ہے
کس کا منہ ہے کہ دیکھے جلوۂ دوست — خلق نے آنکھ بند کر لی ہے
خواب میں جب سے دیکھ لی ہے وہ شکل — خواب کی شکل کس نے دیکھی ہے
میرے دل چیز جی کی ہر کلفت — میرے دل کی ہے میرے جی کی ہے

ہے شہود ایک ہیچ کا پردہ
سبب ضبط گریہ و زاری
ہیچ ہے دیکھے کوئی دست ذرہ سے
اب تو آنکھوں کے سامنے آؤ
ہے گھڑی ساعت آپ کا بیمار
اک نظر دیکھیے تو آ کے ذرا
خوشنما ہے فلک! ترا پردہ

اک وجود اور ایک ہستی
کیا کہیں، بات اک ہنسی کی
ہم نے پھٹکی جو خاک کی ہی
اب تو آنکھوں میں جان آئی
گھڑی اچھی ہے، ساعت اچھی ہے
ایک تصویر دل نے کھینچی ہے
تیرے پردے میں اور کوئی ہے

تارے گنتے کٹی ہے شب حافظ
صبح تک کس کی آنکھ جھپکی ہے

ادھر آیا حضرت ناصح تو مجبور اپنی عادت سے
وہ لذت پائی اس کوچے میں پامالی کی ذلت سے
غضب حسرت ٹپکتی ہے، اداسی چھائی ہے منھ پر
تو لاہو تو ایسا ہو، تیرا ہو تو ایسا ہو
حقیقت میں حقیقت معرفت کی کوئی کیا جانے
پڑی ہے تجھ میں جان نثار تیرے مر جانے کی

ادھر دل کی لگی دل میں بھڑکتی ہے نصیحت سے
کہ اب اٹھنے کو جی ہوتا نہیں خاک مذلت سے
عجب قسمت ٹپکتی ہے کسی کی بد تلی صورت سے
محبت ہو محبت سے، عداوت ہو عداوت سے
وہ ملتی ہے شریعت سے، طریقت سے، حقیقت سے
نکلیگی بڑی مشکل سے، دشواری سے، وقت سے

نبی رحمت ہیں۔ بے سایہ ہیں تم رحمت کا سایہ ہو
وہ ذات پاک تھی وحدت ہے۔ تم ہو ظلِ رحمت سے

تمہاری ٹھوکروں پہ ایک عالم جان دیتا ہے
یہ چھوٹے فتنے چال سیکھے ہیں قیامت سے

نہیں ہے وعدوں کا کام تیری بزم وحدت میں
یہ وحدت والے ہیں وہ ہیں شریک بزم کثرت سے

جلب خضر کے ہوتے مجھے وہ بات کیوں سوجھی
ملا ہے اک سرا جس رات کا صبح قیامت سے

یہی وہ دل ہے جس کا غم نہیں اب کھائے جاتا ہے
یہی وہ دل ہے جسکو ہم نے پالا ناز و نعمت سے

تڑپ لوٹ کر مر گئے تا عرصات پھر گر کر
مصیبت ہی مصیبت ہم نے جھیلی کس مصیبت سے

ابھی خلق خدا جیتے نہیں ملک خدا سب ہے
کہاں جائے نکلکر کوئی میدان قیامت سے

تصور میں رہیں وہ یا الٰہی آنکھوں سے نظر آئیں
غرض مطلب لب دیدار پھر اونکی صورت سے

تری حاجت بھی حافظ حاجتوں میں کوئی حاجت ہے
جو کتنی ہی بڑی حاجت ہے وہ بڑھکر دینگے حاجت سے

تعلق خلق سے ان کا ہے۔ اور ان کا رب حضرت سے
نبی کی جو ولایت ہے وہ افضل ہے نبوت سے

قیامت میں کوئی کہہ دے گنہگاران امت سے
وہ آتے ہیں بچا لینگے وہ رحمت سے

نظر آتا نہیں ہے جب گنبد اک زیارت کا
پھٹا ہمارا غم ایسا کہ آنکھیں لگ گئیں چھت سے

وہی شوق عبادت گھر سے وہ لیکے آیا ہوں
گیا تھا گھر کو۔ دل میں شوق جو لیکر زیارت سے

نگاہ شوق [illegible] سن لو آیا ہوں
ذرا آنکھیں تو مل لوں تربت شاہ ولایت سے

تمہارے ساتھ میں جو بیٹھے بستے ہیں جمالی ہیں ۔ گزر کرتے ہیں عشرت سے بسر کرتے ہیں راحت سے

جسے اپنا بنانا ہو بنا سکتے ہو پل بھر میں ۔ اشارے سے بلایا اک نظر دیکھا محبت سے

فلک نے صاحب نسبت سے تجھکو دور پھینکا ہے ۔ ملا ہے دور کی نسبت تو ہی شاہ ولایت سے

تری شانِ جمالی کو اسی میں لطف آتا ہے ۔ گنہگاروں کو مالا مال کر دیتی ہے رحمت سے

جمالِ سرمدی کامل ہے خُلق احمدی پورا ۔ نہ صورت کم ہے سیرت سے نہ سیرت کم ہے صورت سے

دلِ بیتاب کی تسکین جانے اور تم جانو ۔ نہ کہنا صبر کو ہے صبر باہر دل کی طاقت سے

جس آیا بارِ عصیاں لیکے تم نے کر دیا ہلکا ۔ مرا سر اٹھ نہیں سکتا تمھارے بار منت سے

مرے مُنھ سے نہ کہلواؤ مرا پردہ نہ کھلواؤ ۔ خدا آگاہ ہے تم واقف ہو میرے دل کی حالت سے

تعالیٰ شانہٗ باڑا جمالی شان والے کا ۔ کوئی خالی نہیں جاتا درِ شاہ ولایت سے

ہوا جب لاکھ کا گھر خاک تب حافظ کو یہ سوجھی
اوٹھا کر خاک جنگل بھر چلے گھر کو زیارت سے

جگہ دل میں کرے الفت تو کلفت کھینچے الفت سے ۔ مرے دل کی جو پوچھو اوسکو الفت ہے کلفت سے

اونھیں کیا کام سوز و تاب خورشید قیامت سے ۔ لگے لپٹے ہوئے ہیں جو ترے دامان رحمت سے

یہ کیسا بندۂ احسان بنا رکھا ہے عالم کو ۔ کرم سے جود سے رحمت سے بخشش سے کرامت سے

مصیبت والے کہتے ہیں ۔ ہمیں بھی لیجیو سوئے ۔ مصیبت میں پڑا ہوں ۔ چھوٹ کر اپنی مصیبت سے

زیارت والے۔ اب کہتے ہیں جنت کو جائینگے
کہینگے پھر زیارت کو خدا لیجائے جنت سے

ذرا سی آنکھ کی پتلی میں اک میلا ہے جلووں کا
بھرا ہے۔ اگر کچھ کام لیں چشم بصیرت سے

پڑی جا ہیر گلے جو شے کر۔ وہ کیا شے ہے۔ رگ جاں ہے
رگ جاں کا ملا دو ڈورا انکو کس سے۔ خود بدولت سے

یہ کوئی آئنہ خانہ ہے یا بزم جمال اون کی
تماشائی جو آیا۔ بنگیا آئینہ۔ حیرت سے

کہاں سے ہم کہاں آئے تھے یار اب کدھر جائیں
یہی کہتے نکلتے ہیں سب اون کی بزم حیرت سے

ترا روضہ ہے دنیا میں عجب نیا ہے گردے کی
یہ دنیا ہمکو مل جائے تو بازآئیں ہم بھی جنت سے

تماشا دیکھ لے بیساوں کا بیقراروں کا
کبھی تو بزم جلوت میں نکل کر آؤ خلوت سے

جمیل اللہ۔ جمال اللہ کا محبوب جب ٹھہرا
ملا سب کچھ جمال الدین پیارے کی محبت سے

جمال الملک والملۃ۔ جمال الدین والحکمۃ
بھرا ہے ماسوے اللہ سب تمہاری ہی محبت سے

جمالی شان پائی آپکے روئے کتابی نے
مزین مصحف رخ آپکا آیات رحمت سے

پڑھو وہ منقبت حافظ جسے سنکر کہیں صوفی
رلا دے خاص پیدا ہو گئی شاہ ولایت سے

جبیں سائی کرے کوئی مشرف ہو زیارت سے
نہیں ملتی یہ قسمت، اور ملتی ہے تو قسمت سے

کہاں تک چھپکے بیٹھا جائے پردے میں کرامت سے
کرامت چھپانے کی لیتی ہے جا کے خرق عادت سے

جبیں ہے آستانہ ہے شرف ملتا زیارت سے
لڑی ہے اونکی قسمت۔ جو لڑا کرتے تھے قسمت سے

تیرے تر دامنوں کو کوئی جب تک پوچھے ہی پوچھے
نہا دھو کر مزے ہیں پاک تھے باران رحمت سے

کوئی جھلکی دکھا دو آج ہی شان جمالی کی
نہیں کم وعدۂ فردا تو فردا ہے قیامت سے

کسی محتاج سے پھر مانگ کہنا ہی نہیں آتا
روا کر دیتے ہیں حاجت وہ پہلے عرض حاجت سے

مری قسمت نہیں پھر رونا کے رونا اپنی قسمت
جسے رونا نہ آتا ہو وہ رولے میری قسمت سے

صدا کی کچھ ضرورت ہو تو ہو حاجت سے کی
جو سائل ہو کوئی پہچان لیتے ہیں وہ صورت سے

خموشی چھٹتے وا ہر دکھ در گفتن نمی آید
ہمارے لب نہیں ہیں آشنا حرف حکایت سے

سوال آنکھیں ... جو حال اونکا یہ کہنا ہے
کہ میرا دم سلامت ہیں ہوں واقف انکی عادت سے

سہیں ... جب مغفرت کا کوئی فضل بڑا
نہ رحم کی نگاہوں نے بشارت دی اشارت سے

بہت درد دل سے ... کو
محبت ہے دل کو ہو تیرے درد محبت سے

وصال انتقال ہوگا ہو چکا جو کچھ کہ ہونا تھا
فراق جان و تن ہونا ہی باقی ہے فرقت سے

حقیقت میں ... عشق حقیقی ہے
مجازی جو کہے اس کو نہیں واقف حقیقت سے

اٹھا ... خرام ناز کی ٹھوکر
وہ فتنے جو گلے ملتے ہیں اٹھا ... قیامت سے

کبھی بھولے سے حافظ کو بھی یاد کر لینا
درود فاتحہ سے چار قل سے پنج آیت سے

... سجدہ سو کعبہ دل سو ہے کیسے
قبلہ رو ہے ... کعبۂ ابرو ہے کیسے

از ادب دور بود پای نهادن بزمین / پا ز سر کرده رسید هم لب هر کوی کسی

کرده بسیاری کردار بدا سیه سرم / تا چه سنجد چو نگنجد به ترازوی کسی

دلم از دست ربود و چه بلاها که نریخت / مشکلین موی کسی حلقهٔ گیسوی کسی

زاهدان سجده کنان رو بمحراب آرند / سجدهٔ شیفتگان در خم ابروی کسی

جادوی را که حلالست حلالش گفتن / کس نیاموخت بجز نرگس جادوی کسی

بچمن سرو ببخشید در آغوش کشم / لیک کم گر به بباید قد دلجوی کسی

تا ز بو جویم و چینم گل و سنبل بینم / در سر کوی کسی در رو کسی موی کسی

طائره سدره چه دانی چه شناسی بپرو / بستهٔ موی خستهٔ ابروی کسی

در جهان کافر عشقست که دارد بزبان / مصحف روی کسی هندی هندوی کسی

رخ آئینه مشهورست واشت نگر / چین ابروی کسی باشکن موی کسی

چشم آئینه که گاهی مژه برهم نزند / بود از حیرتیان رخ نیکوی کسی

هم جهان را شکنند هم در خیبر بکنند / آفرین باد برین قوت بازوی کسی

لاله و گل که کرد در بر دشت و کهسار / رنگ و بو داید بگیرد ز گل روی کسی

حافظ و گوشهٔ تنهائی و پرواز خیال
روز در روی کسی روی نگه سوی کسی

مجموعۂ تواریخ

غمناک دل ہے اور ملالِ بشیر خاں — جاتا نہیں ہے دل سے خیالِ بشیر خاں

یہ ترجمۂ فاتحہ بھی ہے۔ سالِ وصال بھی — حافظ یہ کہدو "بزمِ وصالِ بشیر خاں"

۱۳۳۹ھ

تاریخ تعمیر مسجد جامع فرید کوٹ ریاست پنجاب

کام آگئی تدبیر۔ خدا کی قدرت — پوری ہوئی تعمیر۔ خدا کی قدرت

ہجری تاریخ مسجد جامع کی — حافظ کردو تحریر۔ "خدا کی قدرت"

۱۳۳۹ھ

رباعی تاریخی

حافظ شوکت علی کی جو تھی میراث — حافظ فرزند نے وہ پائی میراث

سرکار کو تھی رعایتِ سالِ مسیح — حافظ عبد الجلیل کو دی میراث

۱۱۹۱ ۷۵۱

تاریخ وفات

دیکھیے شانِ حضرتِ داور — حشر سے پہلے ہو گیا محشر

تھا ابھی ٹوٹنے کو یہ محشر — وہ بھی مہدی میاں ہی کے سر پہ
بست سالہ تھی دختر اکلوتی — پیش آیا اوسے سفر میں سفر
اپنے گھر سے وہ لکھنؤ کو گئی — لکھنؤ سے گئی خدا کے گھر
مردہ در گور ہے وہ مرحومہ — زندہ در گور اوسکے غم سے پدر
آج شیون سرا ہے مارہرہ — آج گھر گھر بنا ہے ماتم گھر
جسکو دیکھو وہ غم کی ہے تصویر — دست بر دل ہے یا ہے دست بسر
سال کی دھن میں حافظ خستہ — پھر رہا ہے الگ ادھر سے ادھر
پھرتے پھرتے اوسی تصور میں — آگیا ایک واقعہ پیش نظر
شاہ مہدی حسن میاں ہیں کھڑے — دم بخود ایک تازہ تربت پر
اون سے پوچھا کہ اس میں دفن ہے کون — وہ یہ بولے کہ فاطمہ دختر
۱۳۳۹ھ

کتبۂ تاریخ رحلت اہلیہ حضرت شاہ جماعت علی صاحب علی پوری

کیا کہیں کیسی ہے جان فرسا — رحلت بانوئے قبلۂ عالم
کتبۂ تاریخی ہے حافظ — تربت بانوئے قبلۂ عالم
۱۳۳۹ھ

تاریخ مثنوی (گویا)

عجب دلچسپ مثنوی ہے — ہمارے گویا نے جو لکھی ہے
ہے مثنوی میں عجیب ندرت — بیانِ وحدت ثبوتِ وحدت
حلولیوں کو دکھا دیا ہے — کہ بندہ بندہ ۔ خدا خدا ہے
قمر ہو ۔ خورشید ہو کہ ذرہ — ہر ایک میں ہے خدا کا جلوہ
ہر ایک جلوہ شہود کا ہے جو — شہود مظہر وجود کا ہے
شہود عکسِ وجود ٹھہرا — وجود اصلِ شہود ٹھہرا
تلاش تاریخ کی تھی دل کو — بس اک یہی دھن لگی تھی دل کو
کہا یہ حافظ نے سن تو اے دل — یہ کیا ہے دشوار کیا ہے مشکل
مزے کی تاریخ ہے ۔ آہا ہا — نگارِ ضامن حسین گویاؔ

۱۳۴۴ھ

تاریخ وفات

شاہ فاروق حسن صوفی فانی فی اللہؒ — سحن دنیا سے رہا ہو گئے لی خلد کی راہ
تیرھویں صبح تھی ماہِ رمضاں کی کیسی — چودھویں شب کا ہمیشہ کیلیے ڈوبا ماہ

نورِ مطلق کا پرتو رخ نورانی تھا — شبِ جمعہ ہوئی مرقد میں تو وہ بھی شبِ ماہ
نسبتیں پائیں جو قسمت سے تو کیسی عالی — چشتی و صابری و قادری اللہ اللہ
دیکھنے والوں میں اب کون ہے آنکھوں والا — کر لیا آپ نے اس واسطے پردہ ناگاہ
حسبِ شوق کیلیے ہے اکثر ذکرہٗ لازم — جان رخصت ہوئی کہتی ہوئی اللہ اللہ
کلکِ حافظ نے لکھا مصرعِ تاریخِ وصال — شاہ فاروق حسن صابریِ ہادیِ راہ
۱۳۴۴ھ

رباعی تاریخی

ہے صاحبِ فضل وجود عبدالنافع — پائے نام و نمود عبدالنافع
نوشہ بننے کی سنیے ہم سے تاریخ — برخوردار وجود عبدالنافع
۱۳۴۰ھ

اعلان عرس موعودہ ۲۲۔ ربیع الاول

ہے شورِ صدائے عام برپا — رحمانی و احمدی ہے میلا
دو عرس ہیں ایک ساتھ ذیشان — اک عرسِ جنابِ فضلِ رحماں
اک عرس جنابِ احمدی ہے — ہر عرس ہے فیضِ سرمدی ہے
تاریخ و ماہ ہے مفصل — بست و دوم (۲۲) ربیع الاول

توضیح مزید و تشریح دیگر — ہفتہ ہے۔ چہارم دسمبر
دونوں عرسوں میں ہو کے شامل — کر لیجیے دو ثواب حاصل
ہے فقر کی بزم۔ کیا بٹے گا — بار احسانات کا بٹے گا
اوس پر وہ سعادت زیارت — اللہ کی رحمت اور نعمت
داعی کا ہے نام رحمت اللہ — سجادہ نشین خاص درگاہ

تاریخ شادی

ہیں خوش فکر تحصیلدار خردور — کہ کی شادی دختر نیک اختر
اگر تم کو ہے فکر تاریخ حافظ — کہو از ازدواج ہمایوں دختر
۱۳۳۸ھ

تاریخ وفات

بلوح قسمت فرحت نشستند — بغم مرگ بہیں فرزند دلبند
چہ پورے۔ مایہ سرور و سرورے — کہ جان باب ازو میبود خرسند
نکوئے۔ خوبرئے۔ نوجوانے — نکو نامے۔ نکو خوئے۔ خردمند
ورق گرداں درس الفت او — چہ طفلاں سبق خواں وچہ آخوند

رمید از خلق و با یزداں گرو بست | برید از خاندان و خویش و پیوند
زادل اختر احسن داشت نامے | کنوں با تیرہ بختی یافت پیوند
مبادا کس چنوں ناکام قسمت | کہ نامش فرحت ست و نیست خرسند
ز مرگ و زیستِ فرحت چہ گویم | کہ ہم زیست او و مرگ مانند
ہماں دم کیں خبر در گوشِ من زد | دلِ من سوخت چوں بر آتش اسپند
بپاسِ دردِ دل آنگاہ بردم | بفکرِ سال سر در جیب یکچند
برآوردم چو سر از جیب حافظ | کشیدم آہ و گفتم داغِ فرزند

۱۳۴۰ھ

تاریخ طبع دیوان قمر جلالوی

شکر ایزد مٹ گیا اب انتظار | چھپ گیا دیوانِ نایابِ قمر
حافظ اچھا ہی چمکتا سالِ طبع | مہد و خورشید جہانتابِ قمر

۱۳۴۲ھ

ایضاً

ہو کچھ صفا و روانی کی حد بھی ای حافظ | گزر گئی ہی قمر سے بھی موج نظم قمر
سو سراغِ قمر دوربیں سے تو پڑھو | لکھا ہوا اسی پہ ہجری ہی اوجِ نظمِ قمر

۱۳۴۰ھ

تاریخ وفات شیخ عبداللطیف عرف ننھے

ماہ ذیقعدہ کی تھی بست و یکم ۔ چل بسے دوستوں کو دے کے قلق
کہتہ قہر یہ ہوا ہے حافظ ۔ شیخ عبداللطیف داعیِ حق

۱۳۳۹ھ

تاریخ وفات

بچے ابھی چھوٹے تھے اوپر بھی رحم آیا ۔ کیا جانے کی تھی جلدی خاتونِ کفیل الدین
سب روتے تھے یہ کہکر اتنے میں اجل آئی ۔ تاریخ سفر، جلدی خاتونِ کفیل الدین

۱۳۳۹ھ

تاریخ

نام اس بیگناہ کا ہے عوض ۔ ہے شہیدوں کے نام کا یہ شہید
اس کا سالِ شہادت ہے حافظ ۔ ہے یہ کہتا۔ عوض شہید سعید

۱۳۳۹ھ

تاریخ وفات مولانا احمد رضا خاں صاحب

آہ! دفعتاً جمعہ مولوی احمد رضا خاں کی وفات ۔ تاریک ہے اہلِ نظر کی آنکھ میں کل کائنات

نام خدا، ہوتی ہے ایسی بھی حیات ایسی ممات
قالب سے نکلی روح اشاروں سے ادا کرکے صلاۃ

حادث ہے عالم۔ حادثے ہوتے ہی رہتے ہیں یہاں
اس حادثے کا نام سچا ہے اشد الحادثات

کعبہ سیہ پوش آج ہے۔ غمناک ہے ہر حق پرست
خوش ہوں پڑے پاپوش سے لات و مناۃ و سومنات

حیرت ہے کیا۔ ندرت ہے کیا۔ جنت سرائی پر اگر
ان کے لبوں کو بوسہ دیں آکر رسول کائنات

یہ گھر بھرا ہی خیر سے۔ خوشحال و مالا مال ہے
مال اس میں ہے۔ آل اس میں ہے سب اس میں ہیں اہل و بنات

یہ ہیں وہی مال و بنون جن کو کہا قرآن میں
زین حیات دنیوی پھر باقیات صالحات

یہ مال بھی یہ آل بھی قائم رہے دائم رہے
اب اس دعا کی آڑ میں لکھنا ہے "تاریخ وفات"

تاریخ کا جو شعر ہو۔ مطلع بھی ہو مقطع بھی ہو
مطلب یہ ہے۔ وہ بات کہیے جس سے نکلے کوئی بات

حافظ کو مصرع غیب سے تاریخی آیا ہے یہ ہات
مال و بنون دو دو ہاں الباقیات الصالحات
۱۳۵۴

تاریخ

آپ کے والد ماجد پر ہو
حضرت حامد رحمت ایزد

گئے دونوں مل کر اک ذات
آپ کے والد رحمت ایزد

تاریخ کی فکر میں تھا حافظ
خود ہوئی وارد رحمت ایزد

پورا مصرع آگے سنایا ۔۔۔ رحمتِ ایزد و رحمتِ ایزد
۱۳۴۰ھ

رباعی تاریخی

صد حیف وہ مقتدائے اہلِ سنت ۔۔۔ سب کرتے ہیں ہائے ہائے اہلسنت
حافظ نے کہا مصرع تاریخ وفات ۔۔۔ سردار پیشوائے اہل سنت
۱۳۴۰ھ

قطعہ

وہ سنیوں کا مقتدا ۶۱ ۔۔۔ وہ تاجیوں کا پیشوا
وہ جامع صدق و صفا ۔۔۔ وہ ہادی راہ ہدے ۶۲
بہکے ہوے کا خضر تھا ۔۔۔ بھٹکے ہوے کا رہنما
وہ سرگروہ اتقیا ۔۔۔ خلد بریں کو چل دیا
اللہ کا مقبول تھا ۔۔۔ اسم شریف احمد رضا
اک مادہ تاریخ کا ۔۔۔ احباب کو مطلوب تھا ۶
حافظ نے یہ مصرع کہا ۔۔۔ مقبولِ حق احمد رضا
۱۳۴۰ھ

قطعہ

عالم بھی تھا۔ عامل بھی تھا
جس ناؤ پر ہم ہیں سوار
ہندوں کو رونا چھوڑ کر
تاریخ کی ٹھٹی مجھکو دھن
تاریخ کا مصرع یہ ہے

حافظ ہمارا مقتدا
اوس ناؤ کا تھا ناخدا
اللہ سے واصل ہوگیا
چپکے سے ہاتف نے کہا
عالم عمل احمد رضا
۱۳۴۰ھ

قطعہ

عالم ہیں مستند۔ اہل حق ہیں نامور
سالک کو بتادیا مستقیم راستا
واحب فراش تھے۔ یوں اوسکے کہ ہو گئے
فکر جا نفزا نہیں۔ سال کی تلاش ہیں
معنوی ہے صوری اچھا ملا یہ مادہ

فاضل ہیں معتمد۔ مفتیوں ہیں معتبر
خلق کو سکھادیا امتیاز خیر و شر
اس جہان پست سے سو اوج رہ سپر
ہر طرف چلی پھری سو لیسو ادھر ادھر
اوج کو کیا سفر پست چھوڑ کر سفر
۱۳۴۰ھ

سلہ اسکے آگے تا لمعات وکتبہ وفقرہ تاریخی مندرجہ صفحات ۲ و ۳ و ۴ انجن پر حاشیہ لکھا کر پڑھیے ۔۱۲

قطعهٔ تاریخ وفات

وا دریغا شاه سید نور عالم زیب جهان — رفته وا در تفتش بر من چه رفت از من مپرس

پیش از این بر پابوسش ز سر پا کرده ام — بعد از این گر زنده مانم بوکه رو آدم بجرس

گفت حافظ لاجواب این مصرع سال وفات — گو جواب نور عالم عالم نازی و فرس

۱۳۰۱ھ

ایضاً

همانا ز مرگ شه نور عالم — بچشمم بود تیره و تار عالم

ز روئیش عیان عالم نور بودی — از آن رو بود نام او نور عالم

سفر کرد و بگذاشت قائم مقامی — چرا نه همو او چه از پیش داز کم

بنازی که یابی بمیراث و وز دی — بود نقد علم ایمانه دینار و درهم

نهان نیست از مدت دیر بازی — کر پیشش بخدمت کمر بسته بودم

نه تنها منم از غمش دست بر دل — نه تنها من این سینه ریشش دارم

بهر کو کرد والی بهر سو که بینی — بود هر دو یک با سینه پوشش ماتم

بود موج خونابه و سیل اشکی — کر شاد قطره ز ابرش برسیخ الی ماتم

تاریخ

تلاشِ سال کسی کو نہ تھی ایسی تھی کیا تھا
کہ سال بھی سو تربت ہو رہنما و دلیل

اٹھا کے دور سے انگلی ادب سے حافظ نے
کہا وہ تربتِ پاک محمد اسمٰعیل

۱۳۳۹ھ

قطعہ

مفتی احمد رضا خاں نے پائی وفات
اہلِ دیں اہلِ دنیا ہوئے اشکبار

اس طرف شور تھا الوداع الوداع
اور اس طرف باغِ فردوس میں انتظار

لوگ پوچھتے جاتے تھے رضواں سے سالِ نقل
کہہ دیا مومنِ حق نما سپار یار

۱۳۳۵

[illegible]

قطعہ

حق سے الفت کی رکھتے تھے جو آس
کوئی وسواس تھا نہ بیم و ہراس

آپ تاریخ ہو گئی جس دم
پہنچے احمد رضا رؤف کے پاس

۱۰۵۴ ۲۸۶ = ۱۳۴۰ھ

کتبہ

ھ

دالا مرزا یٔ احمد رضا
۱۳۴۰ھ

فقرۂ تاریخی

اَلَا اِنَّ شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ
۱۳۴۰ھ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ

سجع باسم فضل محمد

فضلِ احمد ہو بہ صد قسمۂ احمد — وادِ الٰہی فضلِ محمد

غزل جدید

میں اک دلفگار کو دیدی	سجع اک بیقرار کو دیدی
جو ازل میں بنی تھی بیتابی	دلِ بے اختیار کو دیدی
سخت سی سخت جو مصیبت تھی	وہ مری جانِ زار کو دیدی
اپنی شوخی نگاہِ شوخ نے آج	اک دلِ بیقرار کو دیدی
وہ امانت جو کوئی لے نہ سکا	مجھ سے بے اعتبار کو دیدی

تھی جو رونق بہشت سے بڑھ کر
سب کی سب کوئے یار کو دیدی

دی گلوں کو جدا جدا خوبی
اک محبت ہزار کو دیدی

آس یا امید اپنی رحمت کی
مجھ سے عصیاں شعار کو دیدی

ساقیِ میکدہ ہو دریا دل
کنجی اک بادہ خوار کو دیدی

ہشت جنت میں تھی جو سرسبزی
طیبہ کے سبزہ زار کو دیدی

دیکھو قدرت کہ گل کے دل میں جگہ
بہرِ بلبل کے خار کو دیدی

عشق بلبل کو گل کو حسن دیا
گل سے رونق بہار کو دیدی

دیدیا دل نبی کو بے پس و پیش
جان پروردگار کو دیدی

ایسی گردش جو رات دن تھی مجھے
صبر سے لیل و نہار کو دیدی

سند اپنی امیدواری کی
اپنے امیدوار کو دیدی

تھی جو دل کی متاع بے دے کر
ایک زیبا نگار کو دیدی

ہم نے اپنی عنانِ صبر و قرار
ایک ذی اختیار کو دیدی

نیند جتنی ملی تھی آنکھوں کو
سب ترے انتظار کو دیدی

دلِ حافظ میں تھی جو تاب و تواں
ایک طاقت شکار کو دیدی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۹۱	۹	انتظار	انتظارِ
۱۰۶	۱۳	پائے	پاے
۱۲۱	۱۲	مشتر	مستر
۱۲۵	۲	رہتی ہین	رہتے ہین
۱۲۶	۳	ٹکرے	ٹکڑے
۱۳۲	۷	اک کبوتر	اک کبوتر
۱۳۴	۹	فصلِ گل	فصلِ گل
۱۳۶	۱۱	اون کی کرامت	ان کی کرامت
۱۴۱	۱۵	آبِ حیوان	آبِ حیوانِ
۱۵۶	۱۲	وآتے ہین	وہ آتے ہین
۱۵۷	۱۳	لیٹے	لیٹے
۱۶۰	۳	مشکنِ	مشکن
״	۸	موسے	موسے سر
۱۶۲	۱۲	جان فزسا	جاں فرسا
۱۶۳	۲	عجب	عجیب سا
۱۶۴	۱	کا پرتو	کا جو پرتو
۱۶۵	۱۲	بابِ	باب

اعلان

مصنف کے آٹھویں نعتیہ دیوان مطبوعہ علاوہ محصول ڈاک کے قیمت ذ[illegible]
سے طلب کیجیے۔ جلدیں کم ہیں شاید پھر نہ ملیں۔ تاجراں قیمت کا فیصلہ بذریعہ کتا[illegible]

نمبر دیوان	نام دیوان	قیمت
(۱)	نعت مقبول خدا ۱۳۰۳ھ	۸ر
(۲)	نغمۂ روح ۱۳۰۹ھ	۱۲ر
(۳)	خمخانۂ حجاز ۱۳۱۵ھ	۱۲ر
(۴)	آئینۂ پیغمبر ۱۳۳۰ھ	عہ
(۵)	بیاض نعت ۱۳۳۲ھ	عہ
(۶)	نغمۂ جگر دوز ۱۳۳۵ھ	عہ
(۷)	لذت درد ۱۳۳۵ھ	عہ
(۸)	میخانۂ خلد ۱۳۴۰ھ	عہ